درسِ حدیث

مولف
ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر دام ظلہ العالی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

درسِ حدیث

مؤلّف

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	درس حدیث
مصنف	ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	جون 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS14

115/-

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350۔ فیکس 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

پیش لفظ

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنحضرت روحی فداہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ باب الاعتصام ص ۳۰) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے سوائے ایک ملت کے سب کے سب جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! وہ ایک گروہ کون سا ہے آپ نے فرمایا وہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام ایمان کی کسوٹی ہیں جن کا ایمان ان جیسا ہوگا جس کے عقائد ونظریات ان جیسے ہوں گے وہ حق پر ہے اور جنتی ہے اور جوان کے عقائد ونظریات پر نہیں وہ جہنمی ہے۔ اس زمانہ میں اس حدیث کا صحیح مصداق اہل سنت والجماعت ہیں۔ ان کے وہ ہی عقائد ونظریات ہیں جو حضور سرورکون ومکان ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے تھے بعض لوگ عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے بعض عقائد واعمال شرکیہ ہیں اور بدعت ہیں مثلاً علم غیب، حاضروناظر، حیات انبیاء وشہداء، سماع موتی، ندا یارسول اللہ، انبیاء اور اولیاء کو مدد کے لئے پکارنا، میلاد شریف، سلام وقیام، گیارہویں، بارہویں، عرس، تیجہ، چالیسواں، فاتحہ ودرود، دعا بعد نماز جنازہ، وسیلہ توسل، قبروں اور اولیاء کے مزارات پر حاضری اور اس کا ادب واحترام، کھانے پکا کر اور قرآن وغیرہ پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب پہنچانا، نبیوں اور ولیوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں اور تبرکات کا ادب واحترام، قبروں کو بوسہ دینا، نماز میں آہستہ آواز سے مقتدیوں کا آمین کہنا اور سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کرنا، نماز میں رکوع وسجود کے وقت رفع یدین نہ کرنا، نماز میں بیس رکعت تراویح پڑھنا، تین طلاقوں کو ایک نہ ماننا،

ہو جائے وہ چیزیں بھی متبرک ہو جاتی ہیں اور ان تبرکات کا ادب و احترام اور ان کو چومنا جائز ہے۔ دیکھئے یہاں قبر کی حضور ﷺ کی نسبت کی وجہ سے حضرت ابوایوب نے تعظیم کی۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے کہ جس ممبر پر حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے انہوں نے اس ممبر پر اپنا ہاتھ پھیر کر اس کو اپنے منہ پر رکھ لیا (شفاء القاضی عیاض) یعنی اس کو چوم لیا اور اس سے برکت حاصل کی۔

۳۔ حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا کہ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ حضور ﷺ کے پاس آیا ہوں جس طرح پتھر بے جان بے روح ہوتا ہے نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس طرح حضور ﷺ کی ذات نہیں بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آپ زندہ ہیں سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور اپنے غلاموں کی تکلیفوں کو دور فرماتے ہیں اور ان کی مشکلیں بھی آسان فرماتے ہیں ان کے غموں کا مداوا بھی کرتے ہیں اسی لئے میں اپنے غم کا بھی علاج کرانے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔

Marfat.com

اذان میں حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا، بزرگوں اور ولیوں کے ہاتھ پاؤں چومنا، جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے کرنا، وغیرہ وغیرہ اس قسم کے عقائد و نظریات اور اعمال آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے عقائد و نظریات اور ان کے افکار و اعمال کے خلاف ہیں اور یہ سب کام اہل سنت والجماعت کرتے ہیں تو چونکہ یہ حضور ﷺ کے ارشاد مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ (جس پر میں اور میرے صحابی ہیں) والے گروہ میں سے نہیں ہوئے لہٰذا یہ (معاذ اللہ) جہنمی ہیں...... ہمارے عوام اس قسم کی باتیں سن کر اپنے عقائد و اعمال کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لئے فقیر نے وہ تمام احادیث جمع کر دی ہیں جن میں مندرجہ بالا عقائد و نظریات و افکار و اعمال کا ثبوت حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے اقوال و اعمال سے ملتا ہے ہر حدیث کو اس کے الفاظ کے ساتھ نقل کر کے اس کے مستند حوالے مع کتاب کی جلد اور صفحہ نمبر کے ذکر کیے ہیں اس کے بعد اس حدیث پاک کا ترجمہ اور اس حدیث سے جو فائدہ روشنی اور سبق ہمیں ملتا ہے اس کو ذکر کر دیا ہے تا کہ اہل سنت والجماعت کو یہ پڑھ کر اطمینان ہو جائے کہ الحمد للہ اہل سنت والجماعت کا ہر عقیدہ اور عمل حدیث سے ثابت ہے بلکہ درحقیقت ان عقائد و اعمال کو نہ ماننے والے حدیث کے منکر ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں الحمد للہ احادیث سے ثابت ہیں اور اہل سنت والجماعت ہی وہ ناجی اور جنتی گروہ ہے جو حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ارشادات اور آپ کے طریقے پر عمل کر کے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ والے گروہ میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مخلوق خدا کو اس سے مستفیض ہو کر اپنے صحیح عقائد و اعمال پر یقین واستقامت اور غلط نظریات و اعمال سے نجات عطاء فرمائے...... اور میرے لئے اس کو بخشش کا ذریعہ بنا دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ واصحابہ اجمعین

عاصی وخطا کار، رحمت رب کا امیدوار

ابوالخیر محمد زبیر

آزاد میدان، ہیر آباد، حیدر آباد

Marfat.com

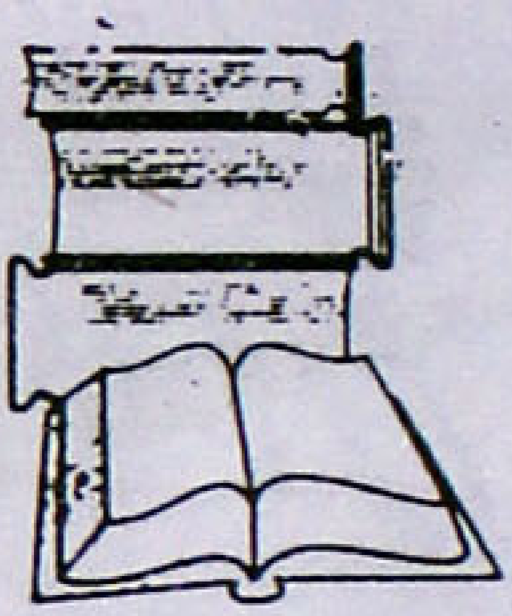

اہل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث نمبر ا

اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّی الظُّھْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ السَّاعَۃَ وَذَکَرَ اَنَّ بَیْنَ یَدَیْھَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْاَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْاَلْ عَنْہُ فَوَ اللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ بِہٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا قَالَ اَنَسٌ فَاَکْثَرَ النَّاسُ الْبُکَاءَ وَ اَکْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ قَالَ اَنَسٌ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْنَ مَدْخَلِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ قَالَ ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ فَبَرَکَ عُمَرُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلاً قَالَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالَ عُمَرُ ذَالِکَ

(ا۔صحیح بخاری، دوم، جلد ۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۱۰۸۳)

(۲۔تفسیر خازن، زیر آیۃ لَاتَسْئَلُوْ عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ الایۃ)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سورج ڈھلتے ہی باہر تشریف لے آئے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو منبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا جو شخص بھی کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے وہ سوال کرے خدا کی قسم میں جب تک اس جگہ یعنی منبر پر ہوں

Marfat.com

تم جو بات مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں وہ بتادوں گا۔ انس کہتے ہیں یہ سن کر لوگ بہت رونے لگے (یعنی لوگ حضور کے غصہ سے کانپ گئے) اور حضور ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ ''جو مجھ سے پوچھنا چاہو پوچھ لو'' آخر ایک شخص (جو منافق تھا بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا) اٹھا اور پوچھنے لگا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے یارسول اللہ ﷺ...... آپ نے فرمایا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ اٹھے اور پوچھنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ......! میرا باپ کون ہے......؟؟ (یعنی لوگ میرا باپ کسی اور کو بتاتے ہیں لہٰذا حقیقی میرا باپ کون ہے یہ بتایئے......؟) آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے (یعنی تو صحیح النسب ہے لوگ جو تیرے نسب پر اعتراض کرتے ہیں وہ غلط ہے) پھر آپ نے کثرت سے فرمایا'' جو پوچھنا ہے پوچھ لو'' حضرت عمر (آپ کا غضب دیکھ کر) بڑے ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھے اور کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ انس کہتے ہیں جب آپ نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو آپ خاموش ہو گئے (یعنی آپ کا غصہ ختم ہو گیا)''۔

فوائد

بخاری کی اس صحیح حدیث مبارک سے چند فوائد اور سبق ہمیں حاصل ہوئے......!

۱۔ ایک تو یہ کہ ''یارسول اللہ'' کہنا یہ شرک و بدعت یا حرام نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک سے دوسری سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کا علم عطاء فرمادیا ہے اس لئے کہ ''سلونی''، یعنی جو چاہے پوچھ لے یہ الفاظ وہی کہہ سکتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ہو اور ہر شے کی خبر ہو۔ آنحضرت ﷺ نے بار بار یہ الفاظ دہرائے اور اس کے جواب میں جس نے جو پوچھا سرکار نے وہ بتا بھی دیا اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ اس کائنات میں ہو چکا ہے یا قیامت تک جو کچھ ہونے

والا ہے ہر چیز کا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اللہ تعالیٰ نے علم عطاء فرمادیا ہے کوئی واقعہ کوئی خبر کوئی چیز ایسی نہیں جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہ دے دیا گیا ہو۔

۳۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغیبات خمسہ یعنی پانچ قسم کے علم غیب مثلاً کل کیا ہوگا ماں کے پیٹ میں کیا ہے، وغیرہ وغیرہ اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارک سے اس کا بھی رد ہو گیا کیونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نسب کو بیان فرمایا جس کا تعلق ''مافی الارحام'' یعنی ماں کے پیٹ والے مسئلہ سے ہے اور دوسرے منافق کے جواب میں فرمایا کہ تو جہنمی ہے یعنی کل جہنم میں جائے گا اس کا تعلق ماذا تکسب غداً یعنی کل کیا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ علوم غیبیہ سے بھی اپنے محبوب کو سرفراز فرما دیا تھا لہٰذا قیامت کب آئے گی، کون کہاں مرے گا، بارش کب ہوگی، ان کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء فرما دیا گیا تھا۔

۴۔ اس حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب اور جلال کو دیکھ کر صحابہ کے کانپنے اور رونے کا ذکر ہے جبکہ تفسیر خازن میں تفصیل کے ساتھ آپ کے غصہ کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض منافقوں نے آپ کے علم پر اعتراض کیا تھا کہ آپ کو غیب کا علم نہیں ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلال آ گیا اور آپ نے غصہ سے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو......؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے علم پر کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر اعتراض کرتے ہیں وہ حضور کے غضب اور جلال کو دعوت دیتے ہیں اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں کیونکہ جس سے حضور ناراض ہو گئے اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

۵۔ اور ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر اعتراض یہ منافقوں کا طریقہ ہے۔ اس وقت بھی حضور کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں منافقوں نے ہی حضور کے علم پر اعتراض کیا تھا لہٰذا آج بھی اگر کوئی حضور کے علم پر اعتراض کرے کہ حضور کو یہ پتہ نہیں حضور کو وہ پتہ نہیں تو اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کا حشر منافقوں کے ساتھ نہ ہو۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا وَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ وَرَاءَ ظَھْرِیْ

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلوٰۃ، ج ا ص ۱۰۲، قدیمی کتب خانہ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر قبلہ کی طرف ہے۔ خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ پر کچھ پوشیدہ نہیں اور میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں''۔

فوائد

اس حدیث مبارک سے چند فوائد معلوم ہوئے۔

۱۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے جیسا بشر نہ سمجھو اور نہ کہو۔ حضور کی کوئی چیز بھی ہم جیسی نہیں آپ کی ہر چیز نرالی ہے۔ دیکھو ہماری آنکھیں صرف آگے کو دیکھتی ہیں پیچھے کیا ہو رہا ہے اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی آنکھیں جس طرح آگے دیکھتی ہیں اس ہی طرح پیچھے بھی دیکھ لیتی ہیں یہ تو وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے رب کا دیدار کیا ہے بھلا ان کی برابری کون کر سکتا ہے۔

۲۔ اگر تم دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تو یہ مت کہو کہ ''نبی پیچھے نہیں دیکھ سکتے'' (معاذ اللہ) ان کو اللہ نے وہ طاقتیں عطا فرمائی ہیں جو ہمیں عطا نہیں فرمائیں۔ اگر ہمیں کسی چیز کا علم نہیں اور کوئی شے ہم سے غیب میں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور کی نگاہوں سے بھی اوجھل ہے۔ بلکہ جہاں ہماری نگاہ نہیں پہنچ سکتی۔ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نگاہ وہاں بھی پہنچ جاتی ہے اور کوئی شے حضور ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل اور مخفی نہیں۔

۳۔ ''خشوع وخضوع'' دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جس تک عام انسان کی نگاہ نہیں پہنچ

Marfat.com

سکتی نماز پڑھتے وقت آدمی کے دل کی کیا کیفیت ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اتنی وسیع نگاہ عطاء فرمائی ہے۔ کہ جو دل کے حال اور قلب کی کیفیت تک کو دیکھ لیتی ہے۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم حضور کی بارگاہ میں دل سے جو فریاد کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جان بھی لیتے ہیں اور فریادرسی بھی فرماتے ہیں ....

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خشوع وخضوع جیسی خفیہ چیز اور دل کی کیفیت جب نبی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تو پھر دنیا کی اور کوئی شے نبی کی نگاہ سے کب مخفی رہ سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ رَأَیْنَاکَ تَکَعْکَعْتَ فَقَالَ اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَنَّۃَ فَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَابَقِیَتِ الدُّنْیَا

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی الامام، جلد اول ص ۱۰۳ اقدیمی کتب خانہ)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہوا آپ نے نماز خسوف پڑھی صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنی جگہ پر رہ کے کوئی چیز پکڑی پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس میں سے خوشہ لینے لگا اگر میں لے لیتا تو جب تک دنیا قائم ہے تم اس میں سے کھاتے رہتے''۔

فوائد

اس حدیث مبارک سے مندرجہ ذیل چند فوائد معلوم ہوئے۔

Marfat.com

ا۔ ''یارسول اللہ'' کہنا بری بات یا شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کا طریقہ اور انکی سنت ہے اگر ''یارسول اللہ'' کہنا شرک ہوتا تو صحابہ کبھی نہ کہتے اور نہ حضور ان کو کہنے کی اجازت دیتے۔

۲۔ چاند گرہن، سورج گرہن ہو تو اس وقت نماز کسوف اور نماز خسوف پڑھنی چاہیے۔ کہ یہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہے اور رب کے غضب سے بچنے کا ایک طریقہ ہے۔

۳۔ جب نبی مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر جنت کو دیکھ سکتے ہیں جو ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے تو مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہو کر حیدر آباد میں رہنے والے ہم غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ انکا غلام عالم کے جس کونہ میں بھی ہو زمین اور آسمانوں کے جس گوشہ میں بھی ہو اور وہاں سے آپ کو پکارے تو آپ اس کو دیکھتے بھی ہیں اور اس کی فریاد کو سنتے بھی ہیں۔

۴۔ مدینہ میں رہ کر جب آپ کا دست مبارک ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت کے باغوں تک پہنچ سکتا ہے تو کیا وہ ہاتھ ہم مشکل میں پھنسے ہوئے غلاموں کی مدد کو نہیں پہنچ سکتا حضور کا امتی جہاں سے بھی فریاد کرے گا یہ ہاتھ وہیں پہنچ کر اس کی فریاد رسی کرے گا اور اسی وقت اس کی مشکل آسان کر دے گا کیوں کہ یہ معمولی ہاتھ نہیں۔ وہ ہاتھ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ''اپنا ہاتھ'' فرمایا ہے جب یہ خدا کا ہاتھ ہوا تو پھر اس کی طاقت سے کوئی شے کب باہر رہ سکتی ہے اسی کو علماء کی اصطلاح میں حاضر و ناظر کہتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کو حضور دیکھ بھی رہے ہیں اور اس پر تصرف بھی فرما سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدٍ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْمِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا قَالَا مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، جلد اول ص ۶۷، قدیمی کتب خانہ)

Marfat.com

''حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا اتنے میں ایک شخص نے مجھ پر کنکر پھینکا دیکھتا کیا ہوں وہ حضرت عمر ہیں انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جاؤ اور ان دونوں اشخاص کو میرے پاس بلالاؤ میں ان کو بلا لایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تم کون ہو......؟ یایوں فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ تم آنحضرت ﷺ کی مسجد میں پکارتے ہو اور آواز بلند کرتے ہو''۔

فوائد

اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے......

۱۔ وہ چیز جس کو نبی سے نسبت ہو جائے صحابہ کرام اس کا بھی ادب کرتے تھے مسجد نبوی کو حضور سے نسبت تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا اتنا ادب کیا کہ ایک صحابی کو بلانے کے لئے کنکر مار کے ان کو بلایا آواز دے کر نہیں بلایا کہ کہیں بلند آواز نہ ہو جائے اور مسجد میں رسول کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ حضور سے نسبت رکھنے والی ہر شے کا ادب کرنا یہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔

۲۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے محبوب کی بارگاہ کا ادب سکھلایا ہے کہ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ (حجرات:2) کہ اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو...... یہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں حضور ﷺ کا ادب سکھلانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اس حدیث میں ان دونوں اشخاص نے آواز اس وقت بلند کی جب حضور اس عالم سے پردہ فرما چکے تھے اور حضرت عمر نے ان دونوں کو تنبیہہ فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور اب بھی زندہ ہیں جس طرح آپ کے زمانہ اقدس میں آپ کے سامنے آواز بلند کرنا ناجائز تھا اسی

Marfat.com

طرح اب بھی آپ کے پردہ فرما جانے کے بعد آواز بلند کرنا ناجائز ہے اور آپ کی بے ادبی ہے۔ کیوں کہ آپ سن رہے ہیں۔

۳۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کی حیات میں آپ کا ادب و احترام ضروری تھا اسی طرح پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کا احترام ضروری ہے۔

(فیض الباری جلد دوم، ص ۶۴)

۴۔ جب نبی کی مسجد کی معمولی سی بے ادبی کرنے والا لائق تعزیر ہے تو جو خود نبی کی توہین اور بے ادبی کرے گا وہ کیوں نہ لائق تعزیر ہوگا۔ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور ﷺ کی ادنیٰ سی بے ادبی کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے وہ مرتد ہے اس کی توبہ بھی قبول نہیں اس کی سزا قتل ہے۔

حدیث نمبر ۵

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَ فُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب التشہد فی الاخرۃ، جلد اول، ص ۱۱۵، قدیمی کتب خانہ)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم (پہلے) جب آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو (تشہد میں) یوں کہتے تھے جبرئیل پر سلام، میکائیل پر سلام، فلانے پر سلام، فلانے پر سلام پھر حضور

Marfat.com

نے ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اللہ کا تو نام ہی خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یوں کہے"۔

اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

جب تم یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان اور زمین میں جہاں کوئی اللہ کا بندہ ہے اس کو پہنچ جائے گا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

فوائد

اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے ....

۱۔تشہد میں آدمی "التحیات" بڑی خاموشی سے پڑھتا ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی مشکل سے سن پاتا ہے لیکن یہاں مقتدی خاموشی سے پڑھ رہے ہیں اور حضور امامت کے مصلے پر ان کی آوازوں کو سن رہے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے کانوں کو وہ قوت سماعت عطا فرمائی ہے جو دور ونزدیک، قریب وبعید ہلکی اور تیز ہر آواز کو سن لیتے ہیں لہٰذا حیدرآباد سے جو غلام "یارسول اللہ" کہہ کر آپ کو پکارے گا آپ روضہ اقدس میں جلوہ فرما ہو کر ہماری اس آواز کو بھی ضرور سن لیں گے۔ کیوں نہ ہو جب قرآن کے ارشاد کے مطابق کئی میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام نے سن لی تھی تو پھر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی نبی ہو ان کا بھی آقا اور امام ہو یعنی امام الانبیاء سرور دو جہاں ﷺ وہ ہماری اور اپنے ہر امتی کی آواز کو کیوں نہیں سن سکتے۔

۲۔"السلام علیک ایھا النبی" اور "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے ایک معنی ہیں اور اس حدیث میں خود حضور ﷺ اپنے امتیوں کو نماز کے اندر اس کے پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے الفاظ سے حضور پر درود بھیجنا اور "یارسول اللہ" کہہ کر حضور ﷺ کو پکارنا نہ شرک ہے اور نہ بدعت ہے بلکہ حضور

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان پر عمل ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی سارے جہاں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جگہ نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو "السلام علیک ایھا النبی" کہہ کے پکارا جارہا ہے معلوم ہوا کہ دور و نزدیک، حاضر و غائب کا بھی کوئی فرق نہیں ہر شخص خواہ حضور کے روضہ پر ہو یا روضہ انور سے دور ہو ہر جگہ سے "یارسول اللہ" کہہ کر حضور کو پکار سکتا ہے اگر "یارسول اللہ" کہنا شرک ہوتا تو خود حضور اپنے تمام امتیوں کو نماز جیسی اہم عبادت میں "ایھا النبی" کہہ کر نبی کو پکارنے کا کبھی حکم نہیں دیتے۔

۴۔ "السلام علیک ایھا النبی" کے معنی ہیں "اے نبی آپ پر سلام ہو" ان الفاظ کے ساتھ سلام اسی کو کہا جاسکتا ہے جو سامنے حاضر ہو کسی غائب آدمی کو ان الفاظ میں کبھی اس طرح سلام نہیں کہا جاسکتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا جو امتی جہاں سے بھی حضور پر ان الفاظ میں سلام بھیجتا ہے تو حضور اس کے پاس ہوتے ہیں روضہ انور میں جلوہ فرما ہوتے ہوئے اس سے قریب ہوتے ہیں یہی مفہوم ہے حاضر و ناظر کا۔

حدیث نمبر ۶

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهٖ وَ حَاجَتِهٖ فَقَالَ لِىْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِى الْجَنَّةِ قَالَ اَوَ غَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّىْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، باب السجود وفضلہ)

"حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس رات کو خدمت اقدس میں حاضر رہتا تھا ایک رات میں حضور کے لئے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لے کے حاضر ہوا تو حضور نے مجھ سے ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں

آپ کی سنگت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہیے میں نے عرض کی میری مراد تو بس یہی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اپنی جان پر سجدوں کی زیادتی سے میری مدد کر"۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد معلوم ہوئے.........

۱۔ حضور نے مطلقاً فرمایا کہ "سل" یعنی مانگ، یہ نہیں فرمایا کہ فلاں چیز مانگ کوئی قید نہیں لگائی اس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات حضور ﷺ کے قبضہ واختیار میں ہے سارے عالم میں سے جس کو جو چاہیں عطاء فرما سکتے ہیں، مانگنے والا اس در سے جو مانگے گا اس کو وہی ملے گا۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

۲۔ حضرت ربیعہ نے بھی دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی بلکہ دوسرے جہاں کی ایک چیز جنت مانگی اور صرف جنت بھی نہیں بلکہ جنت کا اعلیٰ مرتبہ مانگا اس کے جواب میں حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہیں دے سکتا بلکہ حضور نے فرمایا کہ کچھ اور مانگنا چاہتا ہے وہ بھی مانگ لے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی حکومت اور بادشاہت صرف اس جہاں پر ہی نہیں بلکہ اس جہاں پر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہاں اپنے محبوب کے ملک کر دیئے ہیں اس میں سے جس کو چاہیں جو چاہیں عطاء فرمادیں۔

جو چاہے ان سے مانگ کہ دونوں جہاں کی خیر
زر نا خریدہ ایک کنیز ان کے گھر کی ہے

۳۔ حضرت ربیعہ نے یہ عرض کیا کہ میں آپ سے مانگتا ہوں اس پر حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیا شرک کی بات کر رہے ہو اللہ سے مانگو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے مانگنا شرک ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبیوں اور ولیوں کو اللہ کی دی ہوئی طاقت اور قدرت

Marfat.com

سے دینے والا سمجھ کر ان سے مانگنا شرک نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے اس پر حضور کی مہر تصدیق بھی ثبت ہے۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

حدیث نمبر ۷

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا الخ جلد اول ص ۱۶، قدیمی کتب خانہ)

''حضرت حمید بن عبد الرحمٰن نے کہا کہ میں نے معاویہ سے خطبہ میں سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کو جس کی بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور یہ جماعت (اسلام) ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی دشمنوں سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے یعنی قیامت''۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں..........

۱۔ اس حدیث پاک کے اندر'' واللہ یعطی ''(اللہ دیتا ہے) میں کوئی قید ہے اور نہ ہی ''انا قاسم ''(میں تقسیم کرتا ہوں) میں کوئی قید ہے دونوں مطلق ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز بھی خدا دیتا ہے وہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ہاتھوں سے دلواتا ہے خواہ وہ علم ہو، دولت ہو، مال و اولاد ہو، عزت و شوکت ہو، کامیابی و کامرانی ہو، سلطنت و بادشاہت ہو، ولایت و معرفت ہو، نبوت و رسالت ہو، الغرض جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ جس کو عطاء فرماتا ہے

وہ حضور کے ذریعہ عطاء فرماتا ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک میں زمانہ کی بھی کوئی قید نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ پہلے بھی جس کو خدا نے جو کچھ دیا وہ حضور کے ذریعہ دلوایا آج بھی جس کو جو کچھ مل رہا ہے وہ حضور کے ہاتھوں سے مل رہا ہے اور کل بھی قیامت تک جس کو جو کچھ ملے گا وہ حضور ہی کے ذریعہ انہی کے واسطہ سے ملے گا۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطاء کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

۳۔ ظاہر ہے بانٹنے والا اس وقت بانٹے گا جب مالک نے اس کو وہ چیز دے دی ہو جب سب کچھ حضور بانٹتے ہیں اور تقسیم فرماتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز مصطفیٰ کو عطا فرمادی ہے ساری کائنات ان کی ملکیت میں دیکر ان کو اس پر قبضہ واختیار دے دیا گیا ہے کہ اللہ کی عطاء سے جس کو چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں۔

۴۔ جب نبی کے ہاتھوں میں خدا کی ہر نعمت مل رہی ہے تو ظاہر ہے پھر مانگا بھی انہی سے جائے گا لہٰذا معلوم ہوا کہ دین ودنیا کی کسی نعمت کا بھی حضور سے مانگنا اور اس کا حضور سے سوال کرنا اور یہ کہنا کہ یارسول اللہ مجھے یہ عطاء کر دیجئے، وہ عطاء کر دیجئے ایسا کہنا نہ حرام ہے نہ شرک ہے نہ بدعت۔

۵۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے لیکن اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ایسے نافع اور نفع رساں ہیں کہ ساری کائنات کو ہر نعمت انہیں سے ملتی ہے۔

حدیث نمبر ۸

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلٰئِکَۃُ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَ بَعْدَ وَ فَاتِکَ قَالَ وَ بَعْدَ وَ فَاتِیْ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ

Marfat.com

اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

(سنن ابن ماجہ، طبرانی، ترغیب، جلاء الافہام ابن قیم جوزیہ ص ۷۴)

''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو بندہ مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں بھی ہو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے وصال کے بعد بھی آپ نے فرمایا ہاں میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے''۔

فوائد

یہ حدیث مبارک جس کو مندرجہ بالا تمام محدثین نے صحیح اور اس کی سند کو جید کہا ہے اس سے چند فوائد حاصل ہوئے ....

ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ روح تو ہر انسان کی زندہ اور باقی رہتی ہے۔ لہٰذا اگر انبیاء کی حیات سے گر ایہ مراد لی جائے کہ ان کی روح زندہ اور باقی ہے تو اس میں ان کی کیا تخصیص اور کمال۔ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کی حیات کی تخصیص اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں (جلد دوم ص ۴۴۴) فرمایا اور صحابہ کے سوال پر آپ کا فرمانا کہ انبیاء کے جسم صحیح سالم باقی رہتے ہیں اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو وفات کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری زندگی عطاء فرماتا ہے جو پہلی زندگی کی طرح حسی اور جسمانی ہوتی ہے۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اس آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہ جسمانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف
اس کے اجسام کی کب ثانی ہے

۲۔ واضح طور پر اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے لئے قرب و بعد سب یکساں ہے حضور کا کوئی امتی خواہ روضہ شریف کے قریب ہو یا دور عالم کے کسی کونے سے بھی حضور ﷺ کو پکارے گا تو حضور خود اس کی آواز کو سن کر اس کی فریاد رسی فرمائیں گے............

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

۳۔ یوں تو درود شریف ہر وقت پڑھنا باعث ثواب اور ترقی درجات کا موجب ہے مگر خصوصیت کے ساتھ ''افضل الایام'' یعنی جمعہ میں ''افضل الانام'' ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے جامع صغیر میں ایک روایت آئی ہے کہ جمعہ کے دن درود پڑھنے والے کو حضور کا خاص قرب ملے گا۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۵۴) اسی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن میں گواہ اور شفیع ہوں گا۔ لہٰذا جمعہ کے دن اور اس کی رات کو درود شریف کی کثرت کر کے حضور ﷺ کا خاص قرب حاصل کرنا چاہیے۔

۴۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ وصال کے بعد اپنے روضہ انور میں بھی اسی طرح سنتے ہیں جس طرح اپنی ظاہری حیات میں سنا کرتے تھے لہٰذا ''یارسول اللہ'' کہہ کے حضور سے فریاد کرنے والے کی فریاد بے کار نہیں جارہی بلکہ اس کے آقا اس کی فریاد کو سنتے بھی ہیں اور مشکل کشائی بھی فرماتے ہیں۔ اور اس پر آپ کا یہ ارشاد کافی ہے کہ ''الا بلغنی صوتہ'' کہ مجھ تک اس کی آواز پہنچتی ہے۔

حدیث نمبر ۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَ مَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةٍ فَقَالُوْا لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ یُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا

(صحیح بخاری، جلد اول ص ۳۵، قدیمی کتب خانہ)

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ان میں سے ایک تو پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک سبز ٹہنی لی اس کو بیچ میں سے چیر کر اس کے دو حصے کر دیئے اور ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں سرسبز رہیں گی ان کا عذاب ہلکا رہے گا''۔

فوائد

اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے......

۱۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا وسیع علم عطا فرمایا تھا، منوں مٹی تلے قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ حضور کو نہ صرف اس کا علم ہو گیا بلکہ عذاب کیوں ہو رہا ہے اور اس شخص نے اپنی ظاہری زندگی میں کیا کیا گناہ کیے تھے حضور کو اس کا بھی علم تھا ثابت ہوا کہ ماضی ہو، حال ہو یا مستقبل، زمین کے اوپر ہو یا زمین کے نیچے آسمان کے اوپر ہو یا آسمان کے نیچے کوئی شے، کوئی واقعہ قیامت تک آنے والا مصطفیٰ ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل اور پوشیدہ نہیں۔

Marfat.com

ہر چیز حضور کی نگاہوں کے سامنے ہے اور ہر چیز کا حضور کو علم حاصل ہے۔

۲۔ جب آپ ﷺ زمین کے اوپر تشریف فرما ہو کے زمین کے اندر کیا ہو رہا ہے اس کو دیکھ رہے تھے تو آج روضہ شریف میں جلوہ فرما ہو کے ہم زمین پر چلنے والے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے یقیناً حضور کی اپنے امتیوں پر نگاہ ہے حضور نہ صرف ان کو دیکھ رہے ہیں بلکہ انکی فریاد کو سن بھی رہے ہیں اور فریادرسی بھی فرماتے ہیں اس حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ ایک عالم میں رہ کر دوسرے عالم سے حضور کا رابطہ منقطع نہیں ہوتا وہ اس عالم میں رہ کر جب عالم برزخ کے حالات کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان مردوں کی مدد بھی فرما رہے ہیں تو جب آپ خود اس عالم برزخ میں جائیں گے تو اس وقت ہمارے حالات سے باخبر بھی ہوں گے اور ہماری مدد بھی فرمائیں گے۔ جب یہاں رہ کر قبر والوں کی مدد کر سکتے ہیں تو قبر میں جا کر ہماری مدد کیوں نہیں کریں گے۔

۳۔ حضور کے آنکھ ناک ہاتھ پیر الغرض جسم اطہر کے کوئی عضو حتی کے ایک بال کی بھی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال نہیں۔ آپ کی ہر چیز بے مثال ہے ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ حجاب یا کوئی رکاوٹ آ جائے تو پردہ کے پیچھے ہماری آنکھوں کو نظر نہیں آتا جبکہ حضور ﷺ کی نگاہ کے لئے ان حجابات کی کوئی حیثیت نہیں تھی آپ جس طرح زمین کی اوپر کی اشیاء کو دیکھ لیتے تھے اسی طرح زمین کی اندر کی اشیاء کو بھی بغیر کسی خوردبین وغیرہ کے دیکھ لیا کرتے تھے جیسے آپ نے یہاں اس حدیث میں قبر کے اندر ان دونوں اشخاص کے عذاب کو دیکھ لیا لہٰذا اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ ہماری طرح کے بشر ہیں ہماری تو کیا حقیقت ہے حضور سرور دو جہاں ﷺ کی تو بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر اور خدا کی نورانی مخلوق حتی کے جبرائیل امین جیسا فرشتہ بھی آپ کی برابری نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات جبرائیل بھی یہ کہہ کے پیچھے رہ گئے کہ لَوْدَنَوْتُ اَنْمَلَةً لَاَحْتَرَقْتُ کہ اگر میں ایک پورے کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔ لیکن میرا نبی اسی مقام ارفع واعلیٰ پر خراماں خراماں مسکراتا ہوا تشریف لے گیا معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی مصطفیٰ کی برابری

Marfat.com

نہیں کرسکتا۔

۴۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حضور نے فرمایا کہ یہ ٹہنیاں جب تک تروتازہ رہیں گی ان کا عذاب ہلکا ہوجائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ تروتازہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہیں گی جس سے مردے کے عذاب میں تخفیف ہوجائے گی اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر جو تلاوت کی جائے یا تسبیح، چالیسواں، سوئم، عرس وغیرہ میں جو قرآن پاک اور کلمہ و درود وغیرہ پڑھا جاتا ہے اس سے بدرجہ اولیٰ مردہ کو ثواب پہنچے گا اور اس کا عذاب ہلکا ہوگا اور اگر وہ اللہ کا مقرب بندہ ہے تو اس پڑھنے سے اس کے درجے بلند ہوجائیں گے۔

۵۔اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ جب سبز ٹہنی کی تسبیح سے مردہ کا عذاب ہلکا ہوجاتا ہے تو یقیناً تروتازہ پھولوں کی تسبیح سے بھی مردہ کا عذاب ضرور ہلکا ہوگا اور اس کے درجات بلند ہوں گے لہٰذا اس حدیث سے قبروں پر پھولوں کا ڈالنا بھی ثابت ہوگیا بلکہ مرقاۃ میں ملا علی قاری نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پھولوں کا قبروں پر ڈالنا سنت ہے۔

۶۔بعض گناہوں کو معمولی سمجھ کر اس کو اختیار نہیں کرلینا چاہیے وہ آخرت میں بڑے عذاب کا باعث بن سکتے ہیں دیکھو چغل خوری اور پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا کتنی معمولی سی بات ہے کہ آدمی اگر کوشش کرے تو اس سے بچ سکتا ہے لیکن ان دونوں اشخاص نے ان چیزوں کا خیال نہیں کیا تو یہی آخرت میں عذاب الٰہی کا اور غضب خداوندی کا باعث بن گئیں اسی طرح دیگر گناہوں کو بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہر گناہ کو اہم سمجھ کر اس سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۰

قَالَتْ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ اَضَاءَ تْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ

(مسند احمد، دارمی، حاکم، بیہقی، ابونعیم، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۴)

”حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کی والدہ ماجدہ

Marfat.com

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (حضور کی ولادت کے وقت) میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا جس کی وجہ سے شام کے محلات (مجھ پر) روشن ہو گئے''۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے..........

۱۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نور ہیں آپ کی حقیقت نورانی ہے اور دیگر معتبر احادیث کی رو سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو اس وقت پیدا فرمایا جب عالم میں کوئی شے موجود نہیں تھی سب سے پہلے اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو وہ ہمارے آقا کے نور کو پیدا فرمایا اور بارہ ربیع الاول کو وہ نور انسانی لباس اور بشری پیکر میں اس عالم رنگ و بو کے اندر جلوہ گر ہو گیا۔

۲۔ دنیا میں انسان کتنی پاور کے ہنڈے چلالے لیکن اس تیز روشنی کے باوجود دیوار کے پیچھے کی چیز نظر نہیں آسکتی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نور میں یہ خاصیت رکھ دی تھی کہ اس نور کے باعث کوسوں میل کے فاصلہ پر شام کے محلات حضرت بی بی آمنہ پر روشن ہو گئے اور ان کو نظر آنے لگے۔ تو جب اس نور کے صدقہ میں دوسروں کی نگاہوں سے غیب کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور دور دراز کی غائب اور نگاہوں سے اوجھل چیزیں نظر آنے لگتی ہیں تو پھر خود اس نور والی ذات پر بھلا کوئی غیب کب مخفی اور پوشیدہ رہ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نور مجسم ﷺ نے فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذَا (زرقانی)

''کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا اور میں اس کو اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں''۔

۳۔ اس حدیث میں حضرت بی بی آمنہ نے اور کئی صحابیوں نے حضور ﷺ کی ولادت کے

Marfat.com

اس واقعہ کو ذکر کیا اس ہی کو "میلاد منانا" کہتے ہیں تو گویا انہوں نے نبی کا میلاد منایا اس سے ثابت ہوا کہ نبی کا میلاد منانا شرک یا بدعت نہیں بلکہ حضور ﷺ کی والدہ اور صحابہ کی سنت ہے اور چونکہ اس ہی واقعہ کو خصائص کبریٰ میں خود حضور ﷺ کی زبانی بھی حدیث مرفوع کے طور پر بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ ذکر ولادت اور میلاد شریف کا منانا خود حضور کی سنت بھی ہو جائے گی۔

۴۔رب نے اپنے محبوب کی آمد پر حضور ﷺ کی ولادت اور میلاد کی خوشی میں اپنے شایان شان اس طرح چراغاں فرمایا کہ ایک نور ظاہر فرمایا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ معلوم ہوا حضور ﷺ کی ولادت پر چراغاں کرنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ خود رب کائنات کی سنت ہے۔

حدیث نمبر ۱۱

عَنْ عُقْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْماً فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَ اَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَ لٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب احد یحبنا، جلد دوم ص ۵۸۵، قدیمی کتب خانہ)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن مدینہ سے باہر نکلے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے (یعنی دعا کی) پھر ممبر پر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں تمہارا پیش خیمہ ہوں میں تمہارا گواہ بھی ہوں اور میں تو اس وقت بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے

Marfat.com

دی گئی ہیں یا یوں فرمایا کہ زمین کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم مجھے تم سے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے مجھ کو تو یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ''۔

فوائد

اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے ....

۱۔ گواہ وہ ہوتا ہے جو کسی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے حضور قیامت تک آنے والی اپنی تمام امت کے گواہ ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اپنے روضہ شریف میں تشریف فرما ہو کے اپنی تمام امت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں کوئی چیز حضور ﷺ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں، جبھی تو وہ قیامت کے دن ہماری گواہی دیں گے۔

۲۔ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کا پتہ چل گیا کہ جب میرے آقا مدینہ میں بیٹھ کر ساتوں آسمانوں سے اوپر کے حوض کو دیکھ سکتے ہیں تو روضہ شریف میں تشریف فرما ہوتے ہوئے دنیا میں پھیلے ہوئے اپنے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے ......؟ الغرض عرش و فرش ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کی کوئی شے آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔

۳۔ کنجیاں مالک ہی کو دی جاتی ہیں جب حضور ﷺ کو تمام زمین اور اس کے خزانوں کی کنجیاں رب نے عطا فرما دیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اب زمین اور اس کی ہر شے کے اللہ کی عطاء سے حضور مالک ہیں ....

ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے
مالک کل کہلاتے یہ ہیں
انا اعطیناک الکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

۴۔ زمین اور اس کے خزانوں میں تمام انسان حیوانات، نباتات، جمادات، تمام علوم و

معارف ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی تمام نعمتیں اور دولتیں آ گئیں۔ پتہ یہ چلا کہ ان سب کے حضور مالک ہیں ہمارے جان و دل کے مالک بھی حضور ہیں۔ ہر علم و حکمت کے بھی حضور ہی مالک ہیں اب جس کو جو کچھ ملے گا وہ درِ مصطفیٰ ﷺ سے ملے گا۔

۵۔ ظاہر ہے جو کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو وہ چیز اس ہی سے مانگی جاتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے تمام زمین اور اس کے خزانوں کی کنجیاں اپنے محبوب کو دے کے سب چیزوں کا مالک اپنے محبوب کو بنا دیا تو اب جو کچھ مانگا جائے گا وہ حضور کے ہی در سے مانگا جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے حضور کے ہی در پر بھیجا اور قرآن میں حکم دیا کہ حضور کے در پر حاضر ہو کر حضور کی سفارش لے کر آؤ پھر مجھ سے بخشش طلب کرو تو میں تمہیں معاف کروں گا اور حضور سے رب نے فرمادیا کہ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ کہ کسی سائل کو جھڑکیں نہیں معلوم ہوا کہ حضور سے مانگنا نہ شرک ہے اور نہ حرام بلکہ اس ہی میں رب کی رضا اور رب کی عطاء مضمر ہے۔

۶۔ آج چھوٹی چھوٹی باتوں پر کفر و شرک کے فتوے لگا دیئے جاتے ہیں کسی نے تیجہ کر لیا تو مشرک چالیسواں کر لیا تو مشرک، عرس کر لیا تو مشرک، مزارات اولیاء پر چلا گیا تو مشرک، حضور کا وسیلہ پکڑ لیا تو مشرک حالانکہ یہ سب غلط ہے ان میں سے کوئی مشرک نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے صاف فرما دیا کہ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کبھی نہیں ہوگا اور یہ کام شرک نہیں اگر کوئی کہتا ہے تو حضور ﷺ کے خلاف بات کہنے پر اس کا قول معتبر نہیں۔

۷۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ اس سے حضور ﷺ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ آج واقعی مسلمان دنیا میں پھنس کر اپنے دین سے غافل ہوتا چلا جا رہا ہے حضور ﷺ کی نگاہ سینکڑوں سال پہلے ان حالات کو دیکھ رہی تھی اور جو حضور نے فرمایا وہ سچ نکلا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیا میں اتنا منہمک نہ ہوں کہ دین سے غافل ہو جائیں دنیا میں

Marfat.com

پھنسا اس ہی کو کہتے ہیں ہاں اگر دین کے احکامات اور حقوق اسلامی کو ادا کرتے ہوئے آدمی دنیا کماتا ہے تو وہ اسلام میں معیوب نہیں بلکہ سنت رسول ہے اور عبادت الٰہی میں داخل ہے۔

حدیث نمبر ۱۲

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَ تَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَ الْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

(صحیح مسلم، جلد دوم ص ۴۱۹، باب فی حدیث الہجرۃ)

"حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینے میں داخل ہوئے تو مرد اور عورتیں گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں بکھر گئے اور یہ نعرے لگاتے تھے یا محمد یارسول اللہ، یا محمد یارسول اللہ"۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے ....

۱۔ ہم اہل سنت والجماعت جو نعرہ رسالت کے جواب میں یارسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ صحابہ کی سنت ہے اگر کوئی اس نعرہ کو حرام شرک کہتا ہے تو گویا وہ بالفاظ دیگر معاذ اللہ صحابہ کو مشرک کہہ رہا ہے کیونکہ یہ نعرہ تو صحابہ نے لگایا ہے۔ اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی کو "یا" کہہ کے پکارنا شرک نہیں کیوں کہ یہاں صحابہ نے حضور کو "یا محمد یارسول اللہ" کہہ کے پکارا لیکن حضور ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ "یا" کہہ کے کسی کو پکارنا شرک نہیں۔

۳۔ "وتفرق الغلمان و الخدم" یعنی بچے اور غلام گلیوں میں پھیل گئے اور نعرے لگانے لگے اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کے سامنے تھے اور کچھ لوگ حضور ﷺ سے غائب تھے کچھ حضور ﷺ کے قریب تھے تو کچھ دور تھے لیکن سب یارسول اللہ

Marfat.com

کا نعرہ لگا رہے تھے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی نبی سے قریب ہو یا دور خواہ کوئی روضہ شریف پر حاضر ہو یا اپنے ملک اور شہر میں بیٹھا ہوا ہو حضور کو یا کہہ کے پکارے اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگائے تو یہ شرک نہیں اور شریعت میں منع نہیں۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ آمد کی خوشی میں صحابہ سڑکوں پر تھے، اس سے ثابت ہوا کہ اس عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور ولادت کی خوشی میں سڑکوں پر آنا جلوس نکالنا صحابہ کی سنت ہے شرک و بدعت نہیں بلکہ یہ تو فرشتوں کی سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر فرشتوں کی بی بی آمنہ کے مکان سے لے کر آسمان تک لائن لگی ہوئی تھی اور وہ حضور کے میلاد کی خوشی میں جلوس کی شکل میں درود و سلام کے ہدیے پیش کر رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ لِيْ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ قَالَ اِنْ شِئْتَ اَخَّرْتُ لَكَ وَ هُوَ خَيْرٌ وَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ فَقَالَ اُدْعُهُ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّتَوَضَّاَ فَيُحْسِنَ وُضُوْئَهُ وَ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيَ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ

(سنن ابن ماجہ ص ۹۹، نور محمد اصح المطابع، جامع ترمذی جلد دوم ص ۱۹۷، فاروقی کتب خانہ مجمع الزوائد جلد دوم ص ۲۸۲، مستدرک امام حاکم جلد اول ص ۳۱۳، علم الیوم واللیلہ لابن سنی ص ۲۹۶، مسند احمد جلد چہارم ص ۱۳۸، فتاویٰ ابن تیمیہ جلد سوم ص ۲۷۶)

"حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بینائی کے لئے دعا کی درخواست کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیری آخرت کی بھلائی (جنت) چاہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیری

Marfat.com

بینائی کے لئے دعا کروں عرض کیا کہ آپ میری بینائی کے لئے دعا فرمائیں آپ نے اس سے فرمایا بہترین وضو کر کے دو رکعت ادا کرو پھر یہ دعا کر واے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں رحمت والے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا مانگی ہے تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ اپنے محبوب کی شفاعت اور سفارش میرے حق میں قبول فرما''۔

فوائد

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس سے چند فوائد درج ذیل ہیں.........

ا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود اپنے صحابی کو سکھایا کہ مجھے ''یا محمد'' کہہ کر پکارو اور اس صحابی نے حضور کی محفل سے دور ہٹ کر جہاں نماز پڑھی وہاں حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق یا محمد کہہ کر حضور ﷺ کو پکارا۔ اس سے پتہ چلا کہ دور سے یا قریب سے حضور کو یا کسی ولی کو ''یا'' سے پکارنا شرک اور بدعت نہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضور اس کو یہ طریقہ ہرگز نہیں بتاتے کیونکہ حضور ﷺ معاذ اللہ شرک پھیلانے کے لئے نہیں آئے بلکہ شرک مٹانے کے لئے آئے ہیں لہٰذا اہل سنت والجماعت جو یا رسول اللہ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں وہ عین منشاء رسول خدا ہے۔

۲۔ حضور ﷺ نے خود اس صحابی کو طریقہ بتایا کہ میرا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے وسیلے سے دعا کرنا اور آپ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا شرک نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے بلکہ یہ قرب الٰہی کا موجب اور دینی دنیوی آفات سے نجات اور مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے دیکھو جیسے ہی اس صحابی نے حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کیا اس کی بینائی واپس آ گئی۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا بھی جائز اور سنت ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۱۴

قَالَ عُرْوَةُ ثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِاَبِى لَهَبٍ كَانَ اَبُوْ لَهَبٍ اَعْتَقَهَا فَاَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْلَهَبٍ اُرِيَهُ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِيْبَةٍ قَالَ لَهٗ مَا ذَا لَقِيْتَ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَ كُمْ خَيْرًا اِنِّيْ سُقِيْتُ فِيْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِيْ ثُوَيْبَةَ

(صحیح بخاری، کتاب النکاح باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ،نور محمد اصح المطابع ،جلد دوم ص ۷۶۴)

''حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی ہے ابولہب نے اس کو آزاد کیا تھا تو اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا پس جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے گھر والوں نے خواب کے اندر برے حال میں دیکھا پوچھا کہ کیا گزری ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی خیر نہیں پہنچی ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے کیونکہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا''۔

فوائد

اس حدیث سے میلاد شریف کے منانے کی عظمت اور افادیت کا پتہ چلتا ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حسن المقصد فی عمل المولد میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کو ابولہب اتنا بدترین کافر ہے کہ اس کی مذمت میں پوری سورۃ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ نازل ہوئی تھی۔ لیکن جب ثویبہ لونڈی نے اس کو حضور کی ولادت کی خبر دی تو اس نے خوشی میں اس لونڈی کو اپنی انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں اس کے عذاب کو ہلاک کر دیا اور میلاد کی خوشی منانے کے صدقے میں اس ہی انگلی سے اس کو سیراب فرمایا تو پھر جو حضور ﷺ کا غلام بنی کا امتی ایک موحد جب اپنے آقا کی ولادت کی خوشی منائے گا وہ کس قدر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا مستحق ہوگا حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس خوشی منانے کی یہ جزاء عطاء فرمائے گا کہ اس کو

اپنے فضل سے جنت میں داخل کر دے گا۔ (حسن المقصد فی عمل المولد ص ٦٦)

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور ﷺ کی آمد سے قبل حضور کی ولادت کا ذکر کر کے حضور ﷺ کا میلاد منایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو قرآن کی آیت موجود ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ حضور ﷺ کی ولادت کے بعد تمام صحابہ نے بڑے بڑے اولیاء، علماء اور صلحاء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور کی ولادت کے ذکر کی محفلیں سجائیں اور میلاد پر خوشیاں منائیں۔ حتی کے خود رب کائنات نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی منائی وہ اس طرح کہ حضور جس زمانہ میں پیدا ہوئے سارا سال زمین کو قحط اور خشک سالی سے نجات عطاء کر کے سرسبز و شاداب کر دیا بے آب وگیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی سے معمور کر دیا حتی کے وہ سال عرب کے اندر "سنة الفتح و الابتهاج "یعنی فتح ونصرت اور خوشحالی کا سال کہلانے لگا۔ (خصائص کبریٰ ۴۷)

ہم حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی میں لڈو اور شیرنیاں کھانے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں رب نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی میں لڑکے تقسیم فرمائے اور دنیا بھر کی عورتوں نے اس سال کوئی لڑکی نہیں جنی صرف لڑکے ہی لڑکے جنے۔ (انوار محمدیہ لعبہانی ٢٢)

ہم اس خوشی میں گلیوں اور بازاروں اور گھروں میں چراغاں کرتے ہیں رب نے اس خوشی میں ایسا چراغاں فرمایا کہ مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے چنانچہ حضرت بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور کی پیدائش کے وقت ایسا نور نکلا جس سے شرق تا غرب سب آفاق روشن ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ١٠٢)

میلاد کی خوشی میں ہم جھنڈیاں بھی لگاتے ہیں یہ بھی رب کی سنت ہے حضرت بی بی آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے ہیں ایک مشرق میں گاڑا گیا دوسرا مغرب میں اور تیسرا پرچم خانہ کعبہ کی چھت پر لہرا دیا گیا (انوار محمدیہ لعبہانی ص ٣٣، سیرۃ الحلبیۃ ص ١٠٩)

خود حضور سرور کائنات نے بھی اپنا میلاد پاک منایا، صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

فِيهِ وُلِدتُّ وَ فِيهِ اُنزِلَ عَلَيَّ (مسلم، مسند احمد، ابوداؤد)

کہ اس میں میں پیدا ہوا ہوں اور اس ہی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ فرمایا۔ (سنن کبری، بیہقی جلد نہم ص ۳۰۰) اس پر علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا عقیقہ آپ کے دادا نے آپ کی ولادت کے ساتویں سال کر دیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا یہ درحقیقت حضور ﷺ نے بکرے ذبح کروا کے جو فقراء کو کھانا کھلایا یہ سب کچھ اپنے میلاد کے سلسلہ میں اظہار تشکر کے طور پر آپ نے ایسا فرمایا ہے لہٰذا حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی میں کھانا کھلانا یہ خود حضور ﷺ کی سنت بھی ہے۔

(حسن المقصد ص ۶۵، الحاوی للفتاوی للسیوطی ص ۱۹۴)

یہ صحابہ کی سنت بھی ہے چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں لوگوں کے سامنے حضور کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے اور اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے تھے اور خدا کا شکر بجالا رہے تھے اور حضور پر درود وسلام پڑھ رہے تھے (جیسا کہ آج کل ہم میلاد شریف کی محفل میں کرتے ہیں) اچانک حضور اس طرف تشریف لے آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا میری شفاعت تمہارے لئے حلال ہوگئی۔ (رسول الکلام، سید احمد محمد دیدار علی بحوالہ تنویر فی ملود البشر ص ۴۹)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے میلاد پر خوشی منانے والا حضور کی شفاعت کا مستحق بن جاتا ہے۔

بڑے بڑے محققین علماء اور اولیاء نے بھی میلاد منایا چنانچہ محدث ابن جوزی کہتے ہیں مسلمان ان محافل میلاد کے ذریعہ اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی حاصل کرتے ہیں (المیلاد النبوی ص ۵۸) امام نووی فرماتے ہیں کہ میلاد کی خوشیاں منانے سے حضور کی محبت اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے (الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۱۲) ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ میلاد شریف کا مقصد اگر حضور ﷺ کی محبت اور تعظیم ہے تو پھر اس عمل پر اللہ تعالیٰ اجر وثواب عطاء فرماتا

Marfat.com

ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۹۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر سال میلاد شریف پر کھانے کا اہتمام کرتے تھے ایک سال کھانے کا انتظام نہ ہوسکا تو انہوں نے بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں ان ہی کو تقسیم کردیا رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں (الدر الثمین ص ۴۰)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

بہر حال ثابت ہوگیا کہ میلاد شریف منانا علماء وصوفیاء وصلحاء وصحابہ وانبیاء، سرور انبیاء بلکہ خود رب دوسرا کی سنت ہے اور گناہوں کی بخشش مغفرت اور دینی دنیوی مصائب و مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۵

قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَدْسَئَلْتُهُ عَنْ ذَالِكَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ وَ قُلْتُ لَهٗ بِاَبِىْ اَنْتَ وَ اُمِّىْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا

(مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ص ۱۶)

"حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابو بکر نے مجھ سے کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھ لیا تھا تو (یہ خوشخبری سن کر) میں کھڑا ہوگیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں آپ ہی اس کے لائق ہیں"۔

فوائد

اس حدیث سے ایک بہت اہم چیز ثابت ہوگئی وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مسئلہ کے بارے میں پریشان تھے کہ حضور کا وصال ہوگیا اور میں اس اہم مسئلہ کو حضور

Marfat.com

سے دریافت نہ کر سکا یہ سن کر جب حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ میں نے یہ مسئلہ حضور ﷺ سے دریافت کر لیا تھا تو یہ خوشخبری سن کر حضرت عثمان یکدم کھڑے ہو گئے اس سے ثابت ہوا کہ کسی خوشخبری پر کھڑے ہو جانا یہ صحابہ کی سنت ہے۔ تو میلاد شریف کی محفلوں میں حضور سرور کائنات ﷺ کی آمد اور اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی جاتی ہے میلاد مصطفیٰ کے مژدۂ جاں فزاء سے شاد کام کیا جاتا ہے تو اس عظیم خوشخبری کے موقعہ پر اگر مسلمان کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھ لیں تو یہ کوئی شرک و بدعت نہیں بلکہ حدیث بالا کی روشنی میں صحابہ کی سنت ہے جب ایک مسئلہ کے معلوم ہونے کی خوشخبری پر صحابہ کھڑے ہو جاتے ہیں تو حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری تو دنیا کی سب سے بڑی خوشخبری ہے اس عظیم خوشخبری پر اگر مسلمان کھڑا ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھ لے تو کون سا حرام کام ہو گیا۔ بلکہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کے باعث وہ اللہ کی بارگاہ سے بے پناہ اجر و ثواب کا مستحق ٹھہر گیا۔

تعجب ہے بعض لوگ اس کھڑے ہونے کو بھی ناجائز بتاتے ہیں حالانکہ صحابہ کے اس فعل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے علماء اور محققین نے حضور ﷺ کے ذکر پر قیام کیا ہے اگر یہ حرام ہوتا تو وہ کیوں کرتے چنانچہ امام تقی الدین سبکی اپنے وقت کے بہت بڑے امام گزرے ہیں ایک دفعہ ان کی محفل میں ایک نعت خواں نے حضور ﷺ کی تعریف اور ثناء میں دو شعر پڑھے جن کو سن کر امام تقی الدین سبکی اور آپ کے پاس بیٹھے ہوئے سینکڑوں علماء یک دم کھڑے ہو گئے اور ان کو دیکھ کر سب حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے۔

(تفسیر روح البیان پارہ ۲۶، زیر آیت محمد رسول اللہ)

اسی طرح حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ میلاد کی محفل کے اندر قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں...... معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے ذکر کی تعظیم میں محبت کے اندر کھڑے ہو جانا یہ شرک نہیں بلکہ صحابہ اور اولیاء کا طریقہ ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو درود و سلام پر کھڑا ہونا یہ تو فرشتوں کا طریقہ اور ان کی سنت ہے کیونکہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ "والصافات صفاً" کہ فرشتے صف باندھے کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری آیت میں فرمایا تمام فرشتے حضور پر درود بھیجتے ہیں معلوم ہوا کہ صف باندھے فرشتے بھی صف میں کھڑے ہوئے حضور پر درود وسلام بھیجتے ہیں لہٰذا کھڑے ہو کر سلام بھیجنا ملائکہ کا طریقہ اور ان کی سنت ہوا۔

حدیث نمبر ١٦

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَابَعْدَهٗ كُتِبَ عَلَيْهِ وِ زْرِمَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ اَوْزَارِ هِمْ شَیْءٌ

(صحیح مسلم ج ٢، ص ٣٤١، قدیمی کتب خانہ، مشکوۃ المصابیح ص ٣٣)

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا پھر اس طریقہ پر اس کے بعد عمل بھی کیا گیا تو جتنا اجر اس طریقہ پر عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی اجر طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اور جس شخص نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس برے طریقے پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی گناہ طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی"۔

فوائد

اس حدیث مبارکہ سے بدعت کی حقیقت اور اس کی تفصیل معلوم ہوگئی۔ اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر نیا کام جسے عربی میں "بدعت" کہتے ہیں وہ ناجائز یا حرام نہیں ہوتا بلکہ

Marfat.com

حدیث بالا کی روشنی میں بعض نئے کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں بلکہ کسی دینی اور نیک مقصد کے لئے نکالے گئے ہوں وہ نئے کام بدعت حسنہ کہلاتے ہیں اور موجب اجر وثواب ہوتے ہیں دیکھو دینی کاموں کے لئے کار، ریل، ہوائی جہاز کا استعمال قرآن کریم میں اعراب، مساجد کے مینار، دینی مدارس کی موجودہ شکل، یعنی مخصوص نصاب اسباق اور پیریڈ کا تعین اور مختلف امتحانات اور ان کے مختلف طریقے، تصوف اور طریقت کے باریک مسائل اصول حدیث، اصول فقہ یہ سب وہ ''بدعات'' ہیں جو حضور اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود اس کے اچھے اور جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر ہر نئی چیز اور بدعت حرام ہوتی تو یہ سب چیزیں حرام ہونی چاہیں معلوم ہوا کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی بلکہ وہ ہی بدعت اور نئی چیز حرام ہوتی ہے جو قرآن و سنت کے مخالف ہو۔ اور كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں حضور ﷺ نے ایسی ہی بدعت کو گمراہی اور ضلالۃ فرمایا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ بخاری شریف میں آئی ہے۔ کہ حضرت عبد الرحمن سے روایت ہے کہ

ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلوٰةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

یعنی حضور ﷺ کے زمانہ میں صرف رمضان میں تین راتیں نماز تراویح جماعت سے پڑھائی گئی اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے گھر میں تراویح پڑھی حضرت ابوبکر کے دور میں بھی یہی صحابہ کا طریقہ رہا لیکن حضرت عمر کے دور میں حضرت عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں دوسری رات حضرت عمر کے ساتھ اس طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب کی امامت میں ایک ہی قرأت میں یکجا ہو کر نماز تراویح جماعت سے ادا کر رہے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے

Marfat.com

اگر ہر نیا کام اور بدعت حرام ہوتی تو تراویح بھی حرام ہونی چاہیے لیکن حضرت عمر نے اس کو اچھی بدعت کہا معلوم ہوا کہ بری بدعت حرام اور ناجائز ہوتی ہے اور اچھی بدعت جائز ہوتی ہے۔ لہٰذا تیجہ، چالیسواں، گیارھویں، عرس، شبینہ اذان سے پہلے درود وغیرہ اگر بالفرض بدعت بھی ہوں تو اچھی بدعت ہونے کی وجہ سے جائز اور مستحسن اور لائق ثواب ہیں۔

حدیث نمبر ۱۷

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ فِرْقَتِھِمْ ثُمَّ خَیَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرٍ ثُمَّ خَیَّرَ الْبُیُوْتَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ بُیُوْتِھِمْ فَاَنَا خَیْرُ ھُمْ نَفْسًا وَ خَیْرُھُمْ بَیْتًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَسَبًا وَ خَیْرُ ھُمْ بَیْتًا

(جامع ترمذی ج ۲،ص ۲۰۱، فاروقی کتب خانہ)

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو ان میں سے بہترین گروہ میں شامل فرمایا پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ گھرانہ عطا فرمایا میں از روئے ذات اور گھرانہ کے سب سے افضل ہوں اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ میں از روئے نسب اور گھرانے کے سب سے افضل ہوں''۔

فوائد

جب اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا نسب اور خاندان سب سے افضل ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین بھی مسلمان تھے اور دین فطرت پر قائم و دائم تھے کیونکہ کافر افضل نہیں ہوتا جب کہ حضور ﷺ ان کو افضل فرما

Marfat.com

رہے ہیں پتہ چلا کہ یہ بھی مسلمان تھے۔ لہٰذا جو لوگ معاذ اللہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کو کافر کہتے ہیں وہ سخت بے ادبی کرتے ہیں اور آپ کی اس حدیث کے خلاف بات کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ قول حضور ﷺ کی اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کے والدین کریمین بلکہ آپ کے آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب شرک کی نجاست سے پاک تھے سب مسلمان تھے کیونکہ قرآن و حدیث کے ارشاد کے مطابق ''انما المشرکون نجس'' شرک ایک نجاست ہے اگر یہ مشرک ہوتے اور ان میں شرک کی نجاست ہوتی تو حضور ﷺ یہ کبھی نہ فرماتے کہ میں پاکیزہ اصلاب سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوا۔ جب کہ امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث بھی نقل کی کہ حضور ﷺ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی والدہ کو زندہ فرمایا جنہوں نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا اور پھر عالم برزخ کو چلی گئیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے والد کے متعلق بھی ایسی ہی روایت آئی ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاذ اللہ پہلے وہ کافر تھے پھر ان کو مسلمان کیا گیا بلکہ وہ مسلمان تو پہلے سے ہی تھے لیکن ان کو زندہ کر کے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھوا کر دراصل صحابیت کا اعلیٰ درجہ دلانا مقصود تھا جو حضور ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مرتبہ عطا فرما دیا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (ج ۲، ص ۴۴۲) میں فرماتے ہیں کہ کسی کے والدین کو کافر کہنا اس کو سخت ایذا پہنچانا ہے تو اگر تم نبی کے والدین کو کافر کہو گے تو نبی کو ایذا پہنچا رہے ہو اور قرآن و حدیث کے مطابق نبی کو ایذاء پہنچانے والے پر خدا کی دنیا و آخرت میں لعنت ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو ایسا کہتا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خود کافر نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی گستاخی اور ایسے گستاخانہ عقیدے سے بچائے۔

Marfat.com

ایک حدیث کے مطابق حضور ﷺ نے جس دستر خواں سے اپنا ہاتھ پونچھ لیا اس دستر خوان کو آگ نے نہیں جلایا۔ تو جس پیٹ میں اللہ کا نبی نو مہینہ رہا وہ ماں جہنم کی آگ میں کیسے جا سکتی ہے۔ ہرگز یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے والدین کفر کے باعث جہنم میں جائیں گے۔

اگر کسی روایت میں اس قسم کی کوئی بات آئی بھی ہے کہ حضور ﷺ کے والد کافر ہیں تو اس سے مراد حضور ﷺ کے چچا ابو طالب ہیں جو آخر تک ایمان نہیں لائے تھے اور عرف عام میں اکثر چچا کو بھی ''بابا'' کہہ دیا جاتا ہے لہٰذا چچا اس سے مراد ہیں حضور ﷺ کے والدین کریمین اس سے مراد نہیں وہ مومن ہیں او جنت میں جائیں گے ان کے لئے کوئی عاشق رسول کفر اور جہنم کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

بعض روایات میں یہ جو آتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت نہیں ملی اس سے بھی ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے والدین ایام فترت میں تھے اس وقت نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے کسی شریعت اور احکام الٰہی کا وجود نہیں تھا کہ اس کے نہ کرنے پر کوئی گناہگار بنے لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ہوتا کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ گنہگار تھے اس وہم کو ختم کرنے کے لئے رب نے ان کے استغفار کی حضور ﷺ کو اجازت نہیں دی۔

(۲) اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنی ولادت اور اپنے خاندان کا ذکر فرمایا اس کو ''محفل میلاد'' کہتے ہیں معلوم ہوا کہ محفل میلاد منانا اور اس میں حضور ﷺ کی ولادت کے حالات اور واقعات بیان کرنا یہ خود حضور ﷺ کی سنت ہے۔ اور جو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرے گا وہ معاذ اللہ گناہگار نہیں ہوگا بلکہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول کا قرب حاصل کرے گا۔ لہٰذا محفل میلاد منعقد کرنا قرب خدا اور قرب مصطفیٰ ﷺ کا باعث ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۱۸

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ فَلَمَّا صَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَسُوِّیَ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِیْلاً ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ فَقَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَنْہُ

(مسند احمد ج ۳، ص ۳۶۰، مشکوٰۃ شریف ص ۲۶)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہاں گئے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو رسول اکرم ﷺ نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی تو ہم نے بھی کافی دیر تک تسبیح (یعنی سبحان اللہ) پڑھی پھر آپ نے تکبیر پڑھی (یعنی اللہ اکبر کہنا شروع کیا) تو ہم نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا۔ پھر حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آقا آج آپ نے پہلے تسبیح اور پھر تکبیر کیوں پڑھی تو آپ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندہ پر قبر کو کشادہ کر دیا''۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ زندوں کی تسبیح و تقدیس کا مردوں کو فائدہ ہوتا ہے، لہٰذا تیجہ، چالیسواں، دسواں، بیسواں، عرس فاتحہ وغیرہ میں جب کلمہ کلام درود شریف اور قرآن پاک پڑھا جائے گا تو یقیناً اس کا ثواب مردہ کو پہنچے گا اور اس کو قبر اور حشر میں ضرور فائدہ

Marfat.com

حاصل ہوگا۔ اگر گناہگار ہوا تو گناہ مٹتے چلے جائیں گے اور ولی ہوا تو اس کے درجے بلند ہو جائیں گے اسی لئے امام طبرانی نے حضرت انس سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری امت پر اللہ کی بڑی رحمتیں ہیں کہ میری امت کے کچھ افراد اپنی قبروں میں گناہوں کے ساتھ جائیں گے لیکن جب قبروں سے نکلیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اوران کے گناہوں کی یہ تاریکی زندہ مومنوں کی ان کے لئے بخشش کی دعاؤں کی وجہ سے چھٹ جاتی ہے۔ (شرح الصدور، سیوطی ص ۱۲۸)

۲۔ اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ قبر پر تسبیح و تکبیر کہنے سے اس کی قبر کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر قبر پر اذان دی جائے تو اس میں بھی چونکہ تکبیر ہوتی ہے اس لئے اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس مردہ پر اس کی قبر کو کشادہ فرما دے گا۔ اس کے علاوہ قبر پر اذان دینے میں اس حدیث پر بھی عمل ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز) کہ اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ لہٰذا جب اذان میں لا الٰہ الا اللہ وہ سنے گا تو یہ سن کر اسے کلمہ یاد آ جائے گا اور وہ منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں یہ کلمہ پڑھ کر سرخرو اور کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف کی متعدد احادیث میں آتا ہے کہ ''اذان'' سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس سے دل کی وحشت اور گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اس سے رنج و غم مٹ جاتا ہے (مشکوٰۃ باب الاذان) جب کہ قبر میں اس وقت انہی چیزوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ اس وقت سوال و جواب کے وقت شیطان بھی پاس نہ آئے اور قبر کی نئی جگہ میں وحشت اور گھبراہٹ بھی ختم ہو جائے اور دنیا اور سب گھر والوں کے چھوڑنے کا غم بھی ختم ہو جائے تو یہ سب چیزیں اذان سے حاصل ہو جائیں گی اس لئے قبر پر اذان دینے کو علماء نے مستحسن اور مستحب فرمایا ہے۔

۳۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ ہماری طرح بشر نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ طاقت اور ان کی آنکھوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ قبر کے اندر کا حال بھی

اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرما لیتے ہیں اور ان کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں۔ لہٰذا آج اگر وہ روضہ انور میں تشریف فرما ہیں تو ہم غلاموں کو یقیناً دیکھ رہے ہیں اور ہماری فریاد کو سن بھی رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹

اِنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَ هُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّي تُوُفِّيَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ اَيَنْفَعُهَا شَيْئٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۷، قدیمی کتب خانہ، نسائی کتاب الوصایا، ترمذی کتاب الزکوٰۃ، ۸۵، فاروقی کتب خانہ)

”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئیں تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ماں کا انتقال میری عدم موجودگی میں ہوا ہے اگر میں کوئی چیز ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو انہیں اس کا کچھ فائدہ ہو گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ......! تو انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا ”مخراف“ باغ ان پر سے صدقہ ہے“۔

فوائد

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مالی عبادات، صدقہ اور خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ لہٰذا جب اس ”مخراف باغ“ کا ثواب حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کو پہنچ سکتا ہے تو ہم جب گیارہویں، بارہویں، تیجہ، چالیسواں، معراج شریف، شب برأت اور کونڈوں وغیرہ میں جو انواع و اقسام کے طعام اور پھل فروٹ وغیرہ کا ثواب جو مرحومین کو پہنچاتے ہیں وہ بھی یقیناً ان کو ضرور پہنچے گا۔

Marfat.com

چنانچہ دوسری ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ خود سعد نے حضور سے دریافت کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اس کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا ”پانی“ تو حضرت سعد نے ایک کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ انواع واقسام کے طعام اور پھل فروٹ کے علاوہ پانی جیسی عام چیز کا ثواب بھی مردوں کو پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا محرم میں امام حسین کے نام پر شربت کی جو سبیلیں لگائی جاتی ہیں یقیناً ان کا ثواب ان کی بارگاہ میں ضرور پہنچتا ہے اور ان کی رضا اور خوشنودی کا باعث بنتا ہے۔

۲۔ ایک بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ کسی حلال غذا پر غیر کا نام لینے سے وہ حلال غذا حرام نہیں ہو جاتی۔ دیکھو اس باغ پر اس کے پھل فروٹ پر اس کنویں کے پانی پر حضرت سعد نے فرمایا کہ یہ میری ماں کے لئے ہے۔ لیکن وہ فروٹ اور پانی حرام نہیں ہوا بلکہ سب نے اس کے پھل کھائے اور اس کنویں کا پانی پیا لہٰذا جو کھانا سامنے رکھ کر مردہ کو اس کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ اس سے وہ غذا طعام حرام نہیں ہو جاتی بلکہ وہ مزید برکت والا ہو جاتا ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ کہ صالحین کے ذکر کے وقت خدا کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور اس لئے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اپنے والد حضرت علی کے وصال کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے اور خود حضرت علی حضور ﷺ کی طرف سے مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ اگر یہ ثواب نہیں پہنچتا تو حضرت علی اور حسنین کریمین ایسا کیوں کرتے۔ معلوم ہوا کہ ثواب پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۰

عَنِ الْعُقْبٰی قَالَ کُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِعْتُ اللّٰہَ یَقُوْلُ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا وَقَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِیْ مُسْتَغِیْثًا بِکَ اِلٰی رَبِّیْ ثُمَّ اَنْشَدَ یَقُوْلُ

Marfat.com

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهٗ
فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ
نَفْسِيَ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ
فِيْهِ الْعَفَافُ وَ فِيْهِ الْجُوْدُ وَ الْكَرَمُ

ثُمَّ انْصَرَفَ الْاَعْرَابِيُّ فَغَلَبَتْنِي عَيْنِيْ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ يَقُوْلُ الْحَقِ الْاَعْرَابِيَّ فَبَشِّرْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ غَفَرَ لَهٗ

(تفسیر ابن کثیر المعروف الامام نووی ص ۴۹۸، المغنی ج ۳، ص ۵۵۶، الشرح الکبیر لابن قدامہ ج ۳، ص ۴۹۵، کشاف القناع ج ۵، ص ۳۰، مفاہیم ص ۷۲)

''حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ ''السلام علیک یا رسول اللہ......!'' میں نے اللہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے تو آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔ لہٰذا اب میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہوئے اپنے رب کے پاس آپ کو شفیع اور سفارشی بناتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ساری مخلوق سے بہتر جن کا جسم مبارک مٹی میں مدفون ہوا پس ان کی خوشبو سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے۔ میری جان قربان ہو اس قبر انور پر جس میں آپ جلوہ افروز ہیں، اس قبر میں تو مجسم پاکیزگی سخاوت اور شرافت ہے۔ یہ عرض کرنے کے بعد جب وہ اعرابی واپس لوٹا تو حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری آنکھ لگ گئی اور میں نے حضور اکرم ﷺ

کوخواب میں دیکھا آپ نے خواب میں فرمایا اے عقبہ اس اعرابی کومل کر خوش خبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا ہے‘‘۔

فوائد

اس طویل اور معتبر حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ وہ اعرابی حضور کی قبر کی زیارت کے لئے دور دراز سے آیا جس سے ثابت ہوا کہ حضور کے روضہ انور کی زیارت کے لئے سفر کر کے وہاں جانا نہ صرف جائز بلکہ صحابہ کا طریقہ ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور اللہ کے قرب کا ایک وسیلہ ہے جو لوگ حضور کے روضہ شریف کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں ان کے دل حضور ﷺ کی محبت اور عظمت سے خالی ہیں۔ خود حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو صرف میری زیارت کے لئے آیا اسے میری زیارت کے علاوہ اور کوئی حاجت نہیں تھی تو مجھ پر لازم ہو گیا کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں (الطبرانی فی الاوسط والکبیر) وہ کتنا بدبخت ہے جو روضہ شریف کی زیارت کے لئے سفر سے منع کر کے حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم کرتا ہے۔

۲۔ دوسری اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ اللہ کی بارگاہ میں حضور ﷺ کو وسیلہ بنا کر پیش کرنا اور حضور کے ’’توسل‘‘ سے دعا کرنا یہ نہایت مستحسن اور اچھا طریقہ ہے اور اس کے صدقہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس زمانہ میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ’’حضور کا وسیلہ پکڑا تو انسان کافر ہو گیا‘‘ معاذ اللہ۔ وہ لوگ اس حدیث پر غور کریں کہ رب اپنے محبوب کا وسیلہ لانے کا قرآن میں خود حکم دے رہا ہے۔ اور وہ اعرابی جب حضور ﷺ کا وسیلہ لے کر اور حضور ﷺ کے ’’توسل‘‘ سے دعا کرتا ہے تو اس کو حضور ﷺ کی بارگاہ سے شرک کا فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ کمال ایمان اور گناہوں کی بخشش کا مژدہ ان کو سنا دیا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ ڈائریکٹ خدا تک نہیں پہنچا جا سکتا اس کے محبوب کے وسیلہ سے جو اس تک جائے گا وہی مقبول بارگاہ خدا ہو گا اور اسی کا دین و

Marfat.com

دنیا میں بیڑا پار ہوگا۔ جو بغیر حضور ﷺ کے وسیلہ کے جائے گا وہ ناکام ونامراد رہے گا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

۳۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے اس عالم سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کو یارسول اللہ کہہ کر پکارنا اور آپ کو حاجت روا جان کر آپ سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔ گناہوں سے بڑی کیا آفت اور مصیبت ہوگی جب وہ اعرابی اس مصیبت سے رہائی کے لئے حضور ﷺ سے گزارش کر رہا ہے اور آپ سے مدد طلب کر رہا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر قسم کی دینی اور دنیاوی آفتوں اور مصیبتوں میں حضور ﷺ کو پکارنا اور آپ سے فریاد کرنا جائز ہے۔

۴۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تو سنتے نہیں حضور ﷺ کو کچھ پتہ نہیں (معاذ اللہ) حضور ﷺ مکھی بھی نہیں اڑا سکتے۔ (معاذ اللہ) لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ نے اپنے غلام کی فریاد پر اس کو گناہوں سے نجات دلا کر معافی کی خوش خبری سنا دی تو ہم اگر حضور ﷺ کو پکاریں گے تو حضور ﷺ ہماری بھی فریاد رسی ضرور فرمائیں گے۔ لہٰذا حضور ﷺ سے مدد طلب کرنا اور حضور ﷺ کا مدد فرمانا اور نفع پہنچانا مشکلیں آسان کرنا یہ عقیدہ نہ شرک ہے نہ بدعت بلکہ الحمد للہ اب حدیث مبارک کی روشنی میں اس کا جائز اور مستحسن ہونا ثابت ہے۔

۵۔ بعض کہتے ہیں کہ "معاذ اللہ" "حضور مر گئے" لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی وفات اور موت صرف ایک آن کے لئے تھی اس کے بعد اپنے روضہ انور میں حضور ﷺ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، سنتے بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں، اپنے ارشادات سے نوازتے بھی ہیں اور پریشان حالوں کی پریشانیاں دور بھی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۲۱

حَدَّثَنَا اَبُو الْجَوْزَاءِ اَوْسُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قُحِطَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطاً شَدِيْداً فَشَكَوْا اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوْا مِنْهُ كَوًّا اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَايَكُوْنَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَفَعَلُوْا فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَ سَمِنَتِ الْاِبِلُ وَ تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامُ الْفَتَقِ

(دارمی ج ۱، ص ۴۳، مفاہیم ص ۶۶)

''حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں سخت قحط پڑا اہل مدینہ نے حضرت عائشہ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس جاؤ اور آپ کے حجرہ انور کی چھت میں ایک سوراخ کر دو حتی کہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت کا حجاب نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو اتنی زبردست بارش ہوئی کہ گھاس اگ گئی اونٹ اتنے موٹے تازے ہو گئے کہ چربی چڑھنے لگی۔ اس سال کا نام ''عام الفتق'' یعنی تروتازگی کا سال رکھا گیا''۔

فوائد

۱۔ اس حدیث سے پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ حضور ﷺ جس قبر انور میں تشریف فرما ہیں حضور کی برکت سے وہ جگہ بھی اتنی بابرکت اور عظمت والی ہوگئی ہے کہ اس کا وسیلہ اگر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کا غضب دور ہو جاتا ہے اور رحمتوں کی بارش ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ تو حضور ﷺ کے وسیلہ کے قائل نہیں لیکن یہاں حضرت عائشہ صحابہ کی موجودگی میں حضور ﷺ کی قبر انور کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہی ہیں اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ کا غضب اور زیادہ ہو جانا چاہئے تھا اور بارش نہ برستی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ بارش برسی اور خوب برسی پتہ

Marfat.com

چلا کہ اللہ کو اپنے پیاروں کی قبریں بھی پیاری ہوتی ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اسی لئے اولیاء اور انبیاء کے مزارات پر حاضری دی جاتی ہے تا کہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہماری مشکلیں آسان فرمائے۔

ایک دفعہ سمرقند میں قحط پڑا کسی طرح ختم نہیں ہو رہا تھا ایک شخص نے قاضی سمرقند کو تجویز دی کہ سب مل کر حضرت امام بخاری کے مزار پر چلیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کریں چنانچہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو بارش برسنی شروع ہوگئی اور قحط دور ہو گیا (تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۲) اسی لئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کو لکھنا پڑا کہ اولیاء اللہ کی قبروں کے پاس دعا کی قبولیت کا کئی بار تجربہ کیا جا چکا ہے۔ (نزل الابرار ص ۴۰)

حضرت امام شافعی جیسے عظیم فقیہہ اور محدث فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کے دو رکعت پڑھتا اور دعا کرتا ہوں تو اسی وقت میرا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء پر حاضری دینا اور ان کے وسیلہ سے دعائیں کرنا اور مشکلیں حل کرانا یہ شرک و بدعت نہیں اگر یہ شرک ہوتا تو صحابہ اور امام شافعی جیسے مجتہد وقت ایسا کبھی نہ کرتے اور ان کی مشکلیں کبھی آسان نہ ہوتیں۔

۱۔ اس حدیث سے تبرکات کی اہمیت کا پتہ بھی چل گیا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ چیزیں بھی اللہ کو پیاری ہو جاتی ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں لہٰذا ان کا ادب کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۲۲

هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِىْ بِهَا

(صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۹، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۴، مصابیح السنۃ ج ۳، ص ۱۹۲)

Marfat.com

"حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا ان کے وصال کے بعد یہ جبہ میں نے حاصل کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے ہم اس جبہ کو بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اس کی برکت اور وسیلہ سے شفاء حاصل کرتے ہیں"۔

فوائد

ا۔ اس حدیث مبارکہ سے "تبرکات" کی اہمیت اور افادیت کا پتہ چلتا ہے کہ جس چیز کو کسی اللہ کے پیارے سے تعلق اور نسبت ہو جائے وہ چیز بھی بابرکت ہو جاتی ہے اور لائق احترام بن جاتی ہے۔ اس کا احترام اور ادب کرنا یہ شرک اور بدعت نہیں بلکہ کمال ایمان کی نشانی ہے عشاق جب حرمین شریفین کو جاتے ہیں تو کبھی منبر کو چومتے ہیں تو کبھی ستونوں کو، کبھی دیواروں کو بوسہ دیتے ہیں تو کبھی پہاڑوں کے پتھروں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اس لئے کہ ان چیزوں کو نبی سے نسبت ہو گئی ہے۔ لہذا یہ بھی لائق احترام ہو گئی ہیں اور ان کا احترام کرنا یہ صحابہ کی سنت ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ کسی صحابی کے پاس حضور ﷺ کے بال مبارک تھے تو وہ ان کو عطر میں بسا کر رکھتا تھا جس کی وجہ سے بال سرخ رنگ کا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلمہ کے پاس حضور ﷺ کے بال تھے جس کو وہ چاندی کی ڈبیہ میں بڑے ادب سے رکھتی تھیں اور جب کوئی بیمار یا جس کو نظر لگ گئی ہوا نکے پاس آتا تھا تو اس ڈبیہ کو پانی میں ہلا کر اس کو پلا دیا کرتی تھیں جس سے اس کو شفاء ہو جاتی تھی۔

(مشکوٰۃ ص ۳۹۱، بخاری ج ۲، ص ۸۷۰)

۲۔ ان تبرکات کی برکت اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور بیماریاں دور ہوتی ہیں لہذا جس قبر میں کوئی ولی، نبی آرام فرما ہو وہ قبر بھی اس نبی اور ولی کی نسبت سے بابرکت ہو جاتی ہے اور وہاں پر بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور دینی و دنیوی مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔

Marfat.com

۳۔ جب کسی نبی اور ولی کے تبرکات کی برکت اور وسیلہ سے دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور مشکلیں آسان ہو رہی ہیں تو پھر خود اس اللہ کے ولی کا وسیلہ اگر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کے صدقہ میں کیوں نہ دعا قبول ہو گی۔ یقیناً وہ خدا کے پیارے ہیں اور خدا اپنے پیاروں کے وسیلے کو کبھی رد نہیں فرمائے گا بلکہ اس وسیلہ کی لاج رکھتے ہوئے ضرور دعا قبول فرمائے گا اور مشکلیں آسان فرمائے گا۔

حدیث نمبر ۲۳

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَ عَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ

(صحیح مسلم ج ا، ص ۱۷۴، ابوداؤد ج ا ص ۱۴۰، ابن ماجہ ۶۱، بیہقی ۲، ص ۱۵۵، دار قطنی ج ۲، ص ۲۲۸، مشکوٰۃ ص ۸۱)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا بس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم دی اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا، پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفیں درست کرلو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو''۔

فوائد

اس حدیث مبارک نے ''قراۃ خلف الامام'' کا مسئلہ واضح طور پر حل کر دیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہاں امام اور مقتدی دونوں کے نماز کے اندر اعمال کا ذکر فرمایا جو کام امام اور مقتدی دونوں کے کرنے کے ہیں وہ دونوں کے لئے آپ نے بیان فرمائے۔ مثلاً

Marfat.com

فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو معلوم ہوا کہ یہ کام دونوں کو کرنا ہے لیکن جب قرأت اور قرآن کی تلاوت کا ذکر فرمایا تو صرف امام کے لئے فرمایا اور مقتدیوں کے لئے فرمایا کہ وہ خاموش رہیں اب یہ حکم ہر نماز کے لئے ہے خواہ وہ سری ہو یا جہری یعنی فجر مغرب اور عشاء کی ہوں یا ظہر اور عصر کی مطلقاً نماز کے لئے حکم ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کو فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ حضور ﷺ کے ارشاد پر خاموش کھڑے رہنا چاہئے۔ اگر مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا ضروری ہوتا تو حضور ﷺ ان کو ایک ضروری اور فرض کام ترک کر کے خاموش رہنے کا حکم کیوں دیتے بلکہ جس طرح تکبیر دونوں کے لئے ضروری تھی اور آپ نے دونوں کے لئے بیان فرمائی کہ ''فاذا کبر فکبروا'' اسی طرح اگر قرأت بھی مقتدی کے لئے ضروری ہوتی تو حضور ﷺ اس طرح فرماتے کہ ''فاذا قراء فاقراو'' کہ جب امام قرأت کرے تو تم بھی قرأت کرو لیکن اس کے برعکس آپ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا درست نہیں۔ جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف کرتے ہیں بلکہ قرآن کے خلاف کام کرتے ہیں کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' کہ جب قرآن پڑھا جائے تو ''غور سے سنو اور چپ رہو'' اور ابن ماجہ ص ۶۱ کی ایک دوسری روایت میں تو صاف طور پر حضور ﷺ نے فرمادیا کہ امام کی قرأت ہی مقتدیوں کے لئے کافی ہے بلکہ طحاوی شریف کی ایک روایت میں تو حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو پیچھے قرأت کرتے ہوئے دیکھ کر ان کو تنبیہ فرمائی اور ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں بہت سے علماء اس مسئلہ پر آپ سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے کے لئے آئے کہ آپ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہئے اس پر گفتگو کریں گے آپ نے فرمایا اتنے سارے لوگوں سے کیسے گفتگو ہوگی آپ سب لوگ اپنا ایک نمائندہ مقرر فرمالیں اور وہ مجھ سے گفتگو کرے گا اس کا مجھ سے گفتگو کرنا آپ سب کی طرف

Marfat.com

ہے، گفتگو کرنا ہوگا سب نے ایک عالم کو نمائندہ مقرر کر دیا۔ آپ نے فرمایا فیصلہ تو اس مسئلہ کا تم نے خود ہی کر دیا اس لئے کہ جب اپنی طرف سے ایک عالم مقرر کر دیا جس کا گفتگو کرنا تم سب کی طرف سے گفتگو کرنا شمار ہوگا اور اس کی ہار اور جیت تمہاری ہار اور جیت ہوگی اسی طرح یہاں بھی اللہ کی بارگاہ میں امام ہم سب مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے لہٰذا اس کا پڑھنا وہ ہم سب مقتدیوں کا پڑھنا شمار ہوگا۔ یہ سن کر سب مبہوت ہو گئے اور امام اعظم کے اس مسئلہ کو مان گئے کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے۔ بہر حال قرآن کی آیت مبارکہ اور احادیث اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کا یہی فتویٰ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جس نے قرأت کی امام کے پیچھے اس کی نماز نہیں ہوگی (موطا امام محمد ص ۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۶) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنا فطرت یعنی سنت کے خلاف ہے یعنی ایسا شخص بدعتی ہے۔ (طحاوی ص ۱۰۷، مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷، ج ۲) حضرت ابن عباس جیسے صحابی فرماتے ہیں کہ اگر میرا بس چلے تو میں ایسے لوگوں کی زبانیں (گدی سے) کھینچ لوں۔ (طحاوی ج ۱، ص ۱۲۱) حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ میں انگارے بھرے جائیں (موطا امام محمد ص ۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶) حضرت امام ابراہیم نخعی جیسے عظیم تابعی کا فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حدیث نمبر ۲۴

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَ اَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ

(مسند احمد، ابوداود، ابویعلی، دارقطنی، حاکم، زیلعی ج ص)

Marfat.com

"حضرت علقمہ اپنے والد گرامی حضرت وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلَا الضَّالِّینَ پر پہنچے تو آمین کہا اور اس میں آواز بہت مخفی اور پوشیدہ رکھی"۔

فائدہ

یہ حدیث مبارک جس کو حاکم نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے آمین آہستہ آواز سے فرمائی ہے لہٰذا حدیث کے ماننے والوں کو چاہئے کہ جب امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور امام ولا الضالین کہے تو مقتدیوں کو بلند آواز سے آمین کہہ کے حضور ﷺ کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے بلکہ پست آواز سے خاموشی کے ساتھ آمین کہہ کے حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنا چاہئے۔

جبکہ پست اور آہستہ سے آمین کہنے والوں کو حضور ﷺ نے ایک خوشخبری بھی سنائی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام "ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو بس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (صحیح بخاری ج ا ص ۱۰۸، نسائی ج ا ص ۹۴، ابوداؤد ج ا ص ۴۹) اب ظاہر ہے فرشتے پکار کر بلند آواز سے تو آمین کہتے نہیں ورنہ ہمیں ان کی آواز آتی لیکن ہم نہیں سنتے۔ کیونکہ وہ خاموشی کے ساتھ آمین کہتے ہیں لہٰذا حضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق جو ان کے ساتھ موافقت کرے گا یعنی پست آواز سے خاموشی کے ساتھ ان کی طرح آمین کہے گا تو وہ حضور ﷺ کی اس خوشخبری کا مستحق ٹھہرے گا کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

جن احادیث میں "مَدَّبِهَا صَوْتَه" کا ذکر ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ حضور ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے "امین" نہیں فرمایا بلکہ آواز کو کھینچ کر مد کے ساتھ "آمین" فرمایا۔ ان ہی احادیث کو دیکھتے ہوئے فقہ کے دو بہت بڑے امام ایک امام مالک اور دوسرے امام اعظم ابوحنیفہ نے آہستہ آمین کہنے کا قول کیا

Marfat.com

ہے۔ (المدینہ الکبری) صحابہ کا بھی یہی عمل رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ اور آمین تینوں چیزیں بلند آواز سے نہیں کہتے تھے (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸) عینی شرح ھدایہ میں حضرت عمر کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت مذکور ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور ﷺ کا طریقہ آخر تک اور ہمیشہ آمین بلند آواز سے کہنے کا ہوتا تو حضرت عمر، عبداللہ بن عمر اور حضرت علی جیسے صحابہ اور خلفائے راشدین بھی اس عمل کو ترک نہ فرماتے اور ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا طریقہ آہستہ آواز سے آمین کہنے کا تھا۔

حدیث نمبر ۲۵

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَا كُمْ رَافِعِیْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْ نَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ

(صحیح مسلم ج ۱، ۱۸۱، ابوداؤد ج، ص ۱۵۰، نسائی ص ۱۷۶، طحاوی ج ۱، ص ۱۵۰، مسند احمد ج ۵، ص ۹۳، نور اصح المطابع)

’’حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (جب ہم نماز پڑھ رہے تھے) تشریف لائے (ہم رفع یدین کر رہے تھے) آپ نے فرمایا میں تم کو نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین کرتے کیوں دیکھتا ہوں نماز میں سکونت وطمانیت اختیار کرو‘‘۔

فائدہ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کے اندر رکوع، سجود وقومہ وغیرہ کے وقت رفع یدین کرنا یعنی بار بار ہاتھ اٹھانا حضور ﷺ کو پسند نہیں تھا پھر نہ صرف یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کو جانوروں کے فعل سے تشبیہ

Marfat.com

دے کر اس کی برائی کو بیان فرمادیا۔ اور آخر میں اس فعل سے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ نماز سکون وطمانیت کے لئے ہوتی ہے اس میں سکون وطمانیت اور خشوع وخضوع اختیار کرنا چاہئے ایسا بار بار کرنا نماز کے خشوع وخضوع کے خلاف ہے لہٰذا سکون سے رہو اور بار بار گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر صحابہ نے پہلے کبھی کر بھی لیا تھا تو اس کے بعد پھر کبھی نہیں کیا چنانچہ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو حضور ﷺ جیسی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں اس نماز میں انہوں نے پہلی مرتبہ کے بعد (تکبیر تحریمہ) کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں فرمایا۔ (ترمذی ص ۳۰) اس ہی لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم صحابہ تابعین اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔ اور محدث ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں میں نے خیر القرون میں کسی بھی دین کی سمجھ رکھنے والے کو کہیں بھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ (طحاوی ج ص ۱۳۴)

اگر کسی روایت میں حضور ﷺ کے رفع یدین کرنے کا ذکر آیا بھی ہے تو اس کے مقابلہ میں وہ روایات جو ہم نے اوپر ذکر کی ہیں جن میں رفع یدین کرنے سے منع کیا گیا ہے ان روایات کو ترجیح ہوگی کیونکہ ہماری روایات قولی ہیں اور رفع یدین کرنے کی احادیث فعلی ہیں جب کہ اصول حدیث کی رو سے قولی حدیثوں کو فعلی حدیثوں پر ترجیح ہوتی ہے۔ رفع یدین کی روایات میں تو دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ یہ حضور ﷺ کا پہلا عمل تھا اب آخری عمل یہ تھا کہ نماز میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں بھی رفع یدین نہیں فرمایا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہماری تمام احادیث بڑے برگزیدہ بڑی عمر والے اور فقیہہ صحابہ سے منقول ہیں جب کہ رفع یدین کی روایات حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے جو اس وقت بچے تھے اور پچھلی صف میں کھڑے ہوتے تھے وہ حضور ﷺ کی صحیح حرکات و سکنات کو قریب سے نہیں دیکھتے تھے لہٰذا انکے مقابلہ میں حضور ﷺ سے زیادہ قریب کھڑے ہونے والے بڑے معمر صحابہ کا رفع یدین نہ کرنے کا قول زیادہ معتبر ہوگا۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۲۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَالْوِتْرَ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ص ۲، طبرانی فی الکبیر، سنن بیہقی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت نماز (تراویح) اور وتر ادا فرمایا کرتے تھے"۔

فائدہ

یہ حدیث جس کو مصنف ابن ابی شیبہ میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور امت کے اس پر عمل کی وجہ سے یہ صحیح کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ ایسی صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ رمضان المبارک کی راتوں میں بیس رکعت تراویح پڑھنا یہ حضور سرور کون و مکان ﷺ کی سنت ہے۔ بلکہ البتہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ہر شخص علیحدہ علیحدہ پڑھا کرتا تھا جب کہ حضرت عمر کے زمانہ سے باقاعدہ ایک قاری اور حافظ کے پیچھے سب نے مل کر پڑھنی شروع کر دی۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ نے فرمایا

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ

کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین محدثین کی سنت کو لازم پکڑ لو۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کی تراویح کے بارے میں کیا سنت ہے؟ حضرت سائب بن زید صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں (باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری امام سو آیات والی سورتیں پڑھتا تھا اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے۔ اس حدیث کو بیہقی (ج ۲، ص ۴۹۶) نے نقل فرمایا ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے (شرح المہذب) علامہ سبکی، علامہ سیوطی علامہ ملا علی قاری جیسے محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ثابت ہوا کہ رمضان میں

Marfat.com

بیس رکعتیں تراویح پڑھنا خلفائے راشدین کا معمول رہا ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنے والا در حقیقت حضور ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کر رہا ہے کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑ لو۔

اسی لئے ابن تیمیہ بھی لکھتے ہیں کہ علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب کے پیچھے بہت سے مہاجرین وانصار صحابہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۱۸۶) اس ہی طرح بیہقی میں (ج ۲، ۴۹۶) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی حدیث منقول ہے کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور حضرت علی نے خود وتر پڑھائے۔ اسی لئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں۔ (مرقاۃ ج ۳، ۱۹۴)

باقی جن احادیث میں حضور اکرم ﷺ کے گیارہ رکعت پڑھنے کا بیان ہے (یعنی ۸، رکعت اور تین وتر) اس سے مراد تراویح کی آٹھ رکعت نہیں ہیں بلکہ تہجد کی آٹھ رکعت مراد ہیں کہ حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی آٹھ ہی رکعت ادا فرماتے تھے اور آخر میں وتر پڑھ لیتے تھے تو اس طرح گیارہ ہو جاتی تھیں۔ لہٰذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم، امام مالک، امام ابوداؤد، نسائی، امام ترمذی، امام دارمی وغیرہ سب نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا لیکن تراویح کے باب میں ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۷

عَنْ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ مَحْمُوْدَ بْنَ لَبِیْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثَ تَطْلِیْقَاتٍ جَمِیْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ اَیُلْعَبُ بِکِتَابِ اللّٰهِ وَ اَنَا بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ حَتّٰی قَامَ رَجُلٌ وَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ

(سنن نسائی ج ۲، ص ۱۸۱)

"حضرت مخرمہ اپنے باپ سے روایات کرتے ہیں کہ انہوں نے محمود بن لبید

Marfat.com

سے سناوہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کو خبر دی گئی ایک شخص کے بارے میں کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کیا اس نے کتاب اللہ کو میرے سامنے کھیل بنالیا ہے حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ......! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں''۔

فائدہ

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا درست نہیں بلکہ گناہ ہے اور ایسا کرنا حضور کے غضب اور ناراضگی کا سبب ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں اور اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایک ساتھ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں بلکہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے تو حضور ﷺ کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے کیونکہ ایک طلاق تو سنت ہے لہٰذا سنت طلاق کے واقع ہونے پر ناراضگی کیسی؟ حضور ﷺ کا ناراض ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین طلاقیں اگر ایک ساتھ دی جائیں تو تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک عورت جس کا نام عائشہ خشعمیہ تھا وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے نکاح میں تھی۔ جب حضرت علی کا وصال ہوا تو اس نے حضرت امام حسن سے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو حضرت امام حسن نے کہا کہ تو حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہے جا میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں اس نے اپنے کپڑے لئے اور عدت میں بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی حضرت امام حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار بھیجے جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ اتنا تھوڑا سا سامان ملا ہے جب حضرت امام حسن تک یہ بات پہنچی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ

Marfat.com

اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ طہر میں دیں یا بیک وقت ایک ساتھ تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اس سے ضرور رجوع کرتا اس حدیث کو دو سندوں سے امام دار قطنی نے (ج ۴، ص ۳۱) اور دو سندوں سے امام طبرانی نے اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں (ج ۷ ص ۳۳۶) میں نقل کیا ہے اور مجمع الزوائد میں (ج ۴، ص ۳۴۰، ۳۹۰) میں علامہ الہیثمی نے اس کو حدیث صحیح قرار دیا ہے۔ جب روایات میں حضور ﷺ کے زمانہ میں تین طلاقوں کے ایک واقع ہونے کا بیان ہے اس سے مراد غیر مدخول بہا کی طلاق مراد ہے کہ وہ اگر تین دی جائیں تب بھی ایک ہی واقع ہوگی یا وہ طلاق مراد ہے کہ دی تو ایک جائے لیکن بعد میں دو طلاقوں کے الفاظ پہلی والی طلاق کی تائید اور تاکید کے لئے لائے جائیں اس سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے حضور ﷺ نے جن کو تین طلاق پر رجوع کرنے کا حکم دیا اس سے اسی قسم کی طلاق مراد ہے۔

حدیث نمبر ۲۸

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ وَوَضَعَ اِبْھَامَیْہِ عَلٰی عَیْنَیْہِ فَاَنَا طَالِبُہٗ فِیْ صُفُوْفِ الْقِیَامَۃِ وَ قَائِدُہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ

(شامی ج، باب الاذان ص ۲۷۰، بحوالہ کنز العباد، فتاوی صوفیہ، کتاب الفردوس، حواشی بحر الرائق، صلوٰۃ مسعودی ج ۲، باب بستم بانگ نماز)

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان میں ہمارا نام سن کر انگوٹھے اپنی آنکھوں پر لگائے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش کریں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے"۔

Marfat.com

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اس میں گناہ گاروں کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت کی خوشخبری ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب شامی میں اس کو مستحب لکھا ہے۔ جب کہ انگوٹھے چومنے کی فضیلت میں ایک یہ حدیث بھی آئی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں حضور ﷺ کا نام سنا تو اپنے کلمہ کی انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔ (دیلمی فی الفردوس، مقاصد حسنہ امام سخاوی) اسی روایت کو فقہ حنفی کی معتبر کتاب طحطاوی میں بھی نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی طرح کی روایت حضرت خضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے فضائل اعمال میں ان احادیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۱۱۱) یعنی اگر بالفرض مرفوع احادیث ضعیف بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ اس بارے میں وہ احادیث جو موقوف ہیں یعنی جو حضرت ابوبکر سے منقول ہیں ان پر تو ضعف کا اعتراض بھی نہیں ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا ارشاد کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑلو، پر عمل کرتے ہوئے انگوٹھے چومنا بھی صحابہ کی سنت ہوا اور حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو حضور ﷺ کی زیارت کا شوق ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں حضور ﷺ کا نور چمکایا تو انہوں نے انگوٹھے کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا۔ جب حضرت جبرائیل نے حضور ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سن کر ایسا کرے وہ کبھی اندھا نہیں ہو گا (تفسیر روح البیان ج ۴، ص ۶۴۹)

علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرے گا اذان کے وقت اس کے گناہوں کی بخشش اور حضور ﷺ کی شفاعت کے علاوہ دنیاوی اس کو فائدہ یہ حاصل ہو گا کہ نہ کبھی وہ اندھا ہو گا اور نہ

Marfat.com

کبھی اس کی آنکھ دکھے گی (مقاصد حسنہ ص ۱۸۱) فقیہہ محمد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے ایک کنکری میری آنکھ میں گر گئی بڑی کوششوں کے باوجود نہ نکل سکی جس کے باعث آنکھ میں سخت تکلیف تھی اس ہی اثناء میں جب اذان ہوئی اور میں نے حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومے اور ان کو اپنی آنکھوں پر لگایا تو کنکری اسی وقت میری آنکھ سے نکل گئی اور مجھے سکون مل گیا۔ (مقاصد حسنہ) خصائص کبریٰ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے سو سال تک گناہ کئے جب مر گیا تو قوم نے اس کو کوڑے کے ڈھیر پر لا کے پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ہمارے اس مقبول بندے کو غسل دے کر کفن دے کر نماز جنازہ پڑھیے حضرت موسیٰ نے پوچھا یہ بدکار تیرا محبوب کیسے ہو گیا، فرمایا اس نے ایک دن توریت میں ہمارے محبوب آخری نبی کا نام دیکھ کر اس کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور ان پر درود پڑھا اس لئے ہم نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں سے جنت میں اس کا نکاح کر دیا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۱۶، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ۴۲، ج ۴، سیرت ۸۵) لہٰذا ہم بھی اگر حضور ﷺ سے محبت کا اظہار کریں گے اور ان کا نام سن کر انگوٹھے چومیں گے تو یقیناً خدا ہمیں بھی اس کے صدقہ میں بخش دے گا۔

حدیث نمبر ۲۹

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ وَ دُبُرَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَاتِ

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مسند احمد، بیہقی، مشکوۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

"حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رات کے آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد"۔

فوائد

اس حدیث سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ پانچوں وقت کی فرض نمازوں کے بعد دعا

Marfat.com

کرنا مسنون ہے اور خود حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ اس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جب کہ حصن حصین میں اس حدیث کو ترمذی اور حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس میں ''وبسط الیدین'' کے لفظ کا بھی اضافہ ہے جب کہ صحاح ستہ کے حوالہ سے ''ورفعہما'' کے لفظ کا اضافہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ہاتھوں کا پھیلانا اور بلند کرنا لہٰذا ثابت ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔ لہٰذا جو لوگ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اور پھیلا کر دعا نہیں کرتے وہ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کے باعث اس کی برکتوں سے محروم ہیں اور ایک سنت کو ترک کر رہے ہیں۔

۲۔ اس حدیث میں ''الصلوٰۃ المکتوبات'' کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں فرض نمازوں کے اس میں پانچوں وقت کی نمازوں کے علاوہ عیدین جمعہ اور نماز جنازہ بھی آ گئی کیونکہ یہ سب ''فرض'' نمازیں ہیں لہٰذا ان سب نمازوں کے بعد دعا کرنا نہ شرک ہوا نہ بدعت بلکہ اس حدیث کے باعث ان نمازوں کے بعد دعا کرنا مستحب اور مسنون ہو گیا۔

بعض حضرات خصوصیت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کو منع کرتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس وقت دعا جلدی قبول ہوتی ہے لہٰذا مردہ کے لئے اور اپنی بخشش کے لئے اس وقت ضرور دعا کرنی چاہئے جب کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا تو ایک اور صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ (ابوداؤد ج ۲، ۱۰۰، بیہقی ج ۴، ص ۴۰، سنن ابن ماجہ ۱۹۰، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴، ۵۹) ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے اسکو صحیح حدیث قرار دیا ہے اس میں ''اذا صلیتم'' کی شرط ہے اور ''فاخلصوا لہ الدعا'' جزاء ہے جب کہ شرط اور جزاء میں تغایر ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دعا نہیں ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ نماز جنازہ پڑھ کے اس کے بعد علیحدہ سے دعا مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے خود حضور ﷺ کا عمل بھی اس پر شاہد ہے کہ ایک روز حضور ﷺ نے ممبر پر کھڑے ہو کر غزوہ موتہ کی خبر دی اسی اثناء میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا تم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ یہاں اس حدیث میں

فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ دَعَالَہٗ

کے الفاظ آئے ہیں جس میں نماز کے ذکر کے بعد لفظ ''واؤ'' کے ساتھ دعا کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ ''واؤ'' مغائرت کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا نماز جنازہ کے علاوہ تھی اور حضور نے نماز جنازہ کے بعد مانگی اور دوسروں کو بھی دعا کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد امام اور مقتدی سب کا میت کی مغفرت اور بخشش کے لئے دعا کرنا یہ سنت رسول اور سنت صحابہ ہے۔ ہاں البتہ لمبی دعا نہیں مانگنی چاہئے اور اس ہی نماز والی ہیئت میں صفیں باندھے ہوئے دعا بھی نہیں مانگنی چاہئے کہ اس سے نماز جنازہ میں کسی اضافہ اور زیادتی کا گمان ہوسکتا ہے۔ فقہاء نے جہاں اس دعا سے منع کیا ہے اس سے اس ہی قسم کی دعائیں مراد ہیں۔

حدیث نمبر ۳۰

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرَۃً

(صحیح مسلم ص ۶۶، ج مشکوۃ ص ۶۴، القول البدیع ص ۱۱۳، سنن الکبریٰ ج ص ۴۰۹، عمل الالیوم واللیلۃ ص ۲۶)

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم موذن کی آواز سنو تو جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ہی تم کہو پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا''۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ

Marfat.com

سنت ہے اور ترقیات و درجات اور نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا اور اذان کے ساتھ درود شریف پڑھا چنانچہ اسلام کے سب سے پہلے موذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ آپ بھی اذان کے بعد درود شریف پڑھا کرتے تھے اور ان الفاظ میں درود پڑھتے تھے ''السلام علیک یارسول اللہ'' (تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک ج ا ص ۹۳، مطبوعہ مصر، درۃ الناصحین لامام عثمان بن حسن ص ۵۹، مطبوعہ مصر) اسی لئے ایک بہت بڑے محدث علامہ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد والی حدیث کو نقل کرتے ہوئے اس پر یہ باب باندھا ہے کہ ''صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند الاذان'' یعنی اذان کے وقت خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذان کے وقت درود شریف پڑھنا ثابت ہو گیا تو انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بہرحال وہ سنت پر عمل کرنے والا ہو گا بلکہ قرآن پر عمل کرنے والا ہو گا کیونکہ قرآن میں بھی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا فرما کے اللہ تعالیٰ نے ہر اچھے وقت میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے اس میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں لگائی لہٰذا انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اس کے بعد خواہ نماز سے پہلے یا اس کے بعد خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر جس طرح بھی درود شریف پڑھے گا وہ قرآن پر عمل کرنے کے باعث رحمت خداوندی کا مستحق بن جائے گا۔ اسی لئے بڑے بڑے محدثین حضرت قاضی عیاض اور ملا علی قاری شیخ کبیر بکری جیسے محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں اذان کے وقت خواہ پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنے کو مشروع اور جائز اور بعض نے تو مستحب بھی رکھا ہے (الشفاء ج ۲، ص ۵۲، شرح ملا علی قاری ج ۲، ص ۱۱۴، اعانۃ الطالبین ج ا ص ۲۲۳ ج ا) لہٰذا اب اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات صحابہ کے عمل اور محدثین وفقہاء کے فتووں کے بعد کوئی اگر اس کو برا سمجھتا ہے یا اس سے منع کرتا ہے تو اس کے لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ یا تو اللہ اور اس کے رسول کو اور صحابہ کو نہیں مانتا جبھی تو ان کی بات

Marfat.com

کا انکار کر رہا ہے یا حضور ﷺ سے اس کو عداوت ہے جو اتنے صحیح احکامات کے باوجود درود شریف پڑھنے سے کترا رہا ہے اور دوسروں کو منع کر رہا ہے۔

حدیث نمبر ۳۱

عَنْ زَارِعٍ وَ كَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ رِجْلَهُ

(سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۲۱۸، مشکوۃ المصابیح ص ۴۰۲، کتاب الاذکار للنووی ص ۲۳۴)

"حضرت ذارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ وفد عبد القیس میں تھے کہ جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو ہم نے اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کی پس ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دیا"۔

فائدہ

اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ اور پاؤں چومنا شرک اور بدعت نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور ﷺ ان کو منع فرما دیتے لیکن حضور ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ہاتھوں اور پیروں کو چومنا اور بوسہ دینا جائز اور مستحسن ہے۔ بلکہ بعض روایات میں تو حضور ﷺ سے اس عمل کی تعریف پتہ چلتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اشج رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑ کر اس کو چوما اور بوسہ دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو بہت محبوب ہیں۔ (ادب المفرد ص ۸۶، مطبوعہ مصر) اب آپ اندازہ کیجئے کہ جس عمل کی تعریف خود نبی کریم ﷺ فرمائیں اور جس کی تحسین خود اللہ کا نبی فرمائے وہ فعل اور عمل کتنا حسین اور اچھا ہوگا اب کسی مسلمان کی تو یہ مجال ہو نہیں سکتی کہ جس کو حضور ﷺ اچھا کہیں اس کو حضور ﷺ کا امتی مسلمان برا شرک اور کفر کہے۔

Marfat.com

اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف ہاتھ، پیر، چومنا حضور ﷺ کے لئے جائز تھے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ بلکہ متعدد احادیث سے دوسروں کے لئے چومنا بھی ثابت ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے جب حضور ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتی تھیں تو حضور ﷺ ان کے استقبال کے لئے محبت سے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے تھے (ابوداؤد ج ۲، ص ۲۱۸، مشکوٰۃ ص ۴۰۲، ابواب المفرد ص ۳۸ پ) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا (کیمیائے سعادت امام غزالی ص ۱۹۴، عوارف المعارف، شہاب الدین سہروردی ص ۱۶۰) حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس سے جب سنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ کے دست مبارک کو مس کیا ہے تو انہوں نے حضرت انس کے ہاتھوں کو لے کر چوم لیا (الادب المفرد ۱۴۴) ایک دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادبا ان کی سواری کی لگام پکڑی حضرت زید بن ثابت نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا اے نبی کریم ﷺ کے چچا کے صاحبزادے آپ ایسا نہ کیجئے اور میری سواری کی لگام کو نہ پکڑیئے حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں علماء کی تعظیم کروں یہ سن کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اس کو چوم لیا اور فرمایا ہم کو بھی اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ کہ حضور ﷺ کی اہل بیت کی تعظیم کریں (رسالہ قشیریہ، ص ۷۶، مدارج النبوۃ ص ۶۳، صواعق المحرقہ ابن حجر ص ۲۳۸) معلوم ہوا کہ صحابہ بھی آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ چوما کرتے تھے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے اور دینی عظمت رکھنے والوں کے ہاتھ چومنا جائز اور مستحسن فعل ہے اور نبی کریم اور خود صحابہ کی سنت ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۳۲

فَقَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرُوْا لَہٗ فَقَالَ وَمَا یُدْرِیْکَ اَنَّھَا رُقْیَۃٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ اِقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَھْمًا فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، باب مایعطی فی الرقیہ ج ۲، ص ۳۰۴، قدیمی کتب خانہ)

''پس وہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اور انہوں نے اپنا واقعہ آپ سے بیان کیا آپ نے منتر پڑھنے والے سے پوچھا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا یہ بکریاں بانٹ لو اور میرا بھی ایک حصہ اپنے ساتھ رکھو اور آپ مسکرا دیئے''۔

فائدہ

یہ بخاری شریف کی ایک تفصیلی اور طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث اور پورا واقعہ یہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام ایک سفر پر روانہ ہوئے راستہ میں ان کا گزر ایک عرب کے قبیلہ پر سے ہوا ان مسافروں نے چاہا کہ یہ قبیلہ والے ہماری مہمانی کریں لیکن اس قبیلہ نے ان صحابہ کی مہمانی نہیں کی اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا انہوں نے بڑا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا ان میں سے کسی نے کہا کہ یہ جو مسافر آئے ہیں چلو ان سے جا کر پوچھتے ہیں شاید ان کے پاس اس کا کوئی علاج ہو انہوں نے صحابہ سے آکر پوچھا تو ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کا منتر جانتا ہوں لیکن چونکہ تم نے ہماری مہمانی نہیں کی اس لئے میں اس وقت تک منتر نہیں پڑھوں گا اور جھاڑ پھونک نہیں کروں گا جب تک تم کوئی اجرت اور معاوضہ نہیں دو گے آخر چند بکریاں بطور اجرت دینے کا انہوں نے وعدہ کیا یہ صحابی اس قبیلہ کے سردار کے پاس گئے اور اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کے دم کیا اور اس کو جھاڑا، ان کے دم کرتے ہی وہ سردار فوراً ٹھیک ہو گیا اور اس طرح چلنے لگا جیسے اس کو کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جو بکریاں دینا طے ہوئی تھیں وہ بکریاں انہوں

Marfat.com

نے اس صحابی کو دے دیں۔ صحابہ کہنے لگے کہ اس کو آپس میں بانٹ لو لیکن ان منتر پڑھنے والے اور جھاڑنے والے صحابی نے کہا کہ جب تک ہم حضور ﷺ سے اس بارے میں نہیں پوچھ لیں گے اس وقت تک ان بکریوں کو تقسیم نہیں کریں گے۔ جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم نے بالکل صحیح کیا یہ بکریاں آپس میں بانٹ لو بلکہ اس میں میرا بھی حصہ رکھو اور یہ فرما کے آپ مسکرا دیئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ دم، درود، جھاڑ، پھونک اور تعویذ، گنڈے وغیرہ کرنا نہ شرک ہے نہ بدعت ہے بلکہ یہ اس حدیث کی رو سے بالکل جائز ہے اور صحابہ کی سنت ہے بلکہ پھوڑے، پھنسی کا علاج تو خود حضرت جبرئیل نے آ کر حضور ﷺ کو بتایا تو حضور ﷺ نے اس دعا کو پڑھ کر جھاڑا تو حضور ﷺ کو شفاء ہوگئی (مسلم ص ۲۱۹) جن احادیث میں جھاڑ پھونک اور منتر کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک اور منتر مراد ہے جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں۔ مطلقاً ہر قسم کے دم، تعویذ کو حرام کہنا قرآن و حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۳

عَنْ اَبِیْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهٗ عَلَی الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ اَیُّوْبَ فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ

(مسند احمد، ص ۴۲۲، ج ۵، مستدرک حاکم ص ۵۱۵، ج ۴، مجمع الزوائد ص ۵، ج ۴)

"حضرت ابوداؤد بن ابی صالح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مروان روضہ رسول پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنا چہرہ قبر انور پر رکھے

Marfat.com

ہوئے ہے مروان نے اس سے کہا کہ کیا یہ تمہیں معلوم ہے تم کیا کر رہے ہو اس شخص نے جب اپنا چہرہ اٹھایا تو وہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا"۔

فائدہ

اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔ حاکم اور امام دین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ اللہ کے پیاروں کی قبروں پر اپنا چہرہ رکھنا اس کو چومنا اور بوسہ دینا جائز ہے، اگر یہ شرک بدعت یا قبر پرستی ہوتی تو میزبان رسول حضرت ایوب انصاری جیسا عظیم صحابی کبھی یہ کام نہ کرتا۔ اور یہ کام صرف انہوں نے ہی نہیں کیا بلکہ جب حضرت بلال ایک عرصہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی محبت میں ایسا ہی کیا تھا حدیث میں آتا ہے۔

فَجَعَلَ يَبْكِي عِنْدَهُ وَ يَمْرَغُ وَجْهَهُ عَلَيْهِ

کہ آپ مزار شریف کے پاس رو رہے تھے اور مزار اقدس پر اپنا چہرہ مل رہے تھے۔ ثابت ہوا کہ ایسا کرنا بڑے بڑے عاشق رسول صحابہ کی سنت ہے۔ اسی لئے حنبلی فقہ کے امام اور عظیم فقیہہ حضرت امام احمد بن حنبل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ جب حجر اسود کو چوما جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ صالحین اور عارفین کی قبروں کو بھی چومنا جائز ہے (شرح باری لابن حجر، ص ۱۱۵، تواصح الجلال الدین سیوطی) فقہ کی مشہور کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اپنے ماں باپ کی قبروں کو چومنے اور بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی عالمگیری کی کتاب الکرامت باب زیارت القبور)

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیارے نے نسبت اور تعلق،

ہو جائے وہ چیزیں بھی متبرک ہو جاتی ہیں اور ان تبرکات کا ادب واحترام اور ان کو چومنا جائز ہے۔ دیکھئے یہاں قبر کی حضور ﷺ کی نسبت کی وجہ سے حضرت ابوایوب نے تعظیم کی۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے کہ جس ممبر پر حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے انہوں نے اس ممبر پر اپنا ہاتھ پھیر کر اس کو اپنے منہ پر رکھ لیا (شفاء القاضی عیاض) یعنی اس کو چوم لیا اور اس سے برکت حاصل کی۔

۳۔ حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا کہ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ حضور ﷺ کے پاس آیا ہوں جس طرح پتھر بے جان بے روح ہوتا ہے نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس طرح حضور ﷺ کی ذات نہیں بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آپ زندہ ہیں سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور اپنے غلاموں کی تکلیفوں کو دور فرماتے ہیں اور ان کی مشکلیں بھی آسان فرماتے ہیں ان کے غموں کا مداوا بھی کرتے ہیں اسی لئے میں اپنے غم کا بھی علاج کرانے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔

Marfat.com

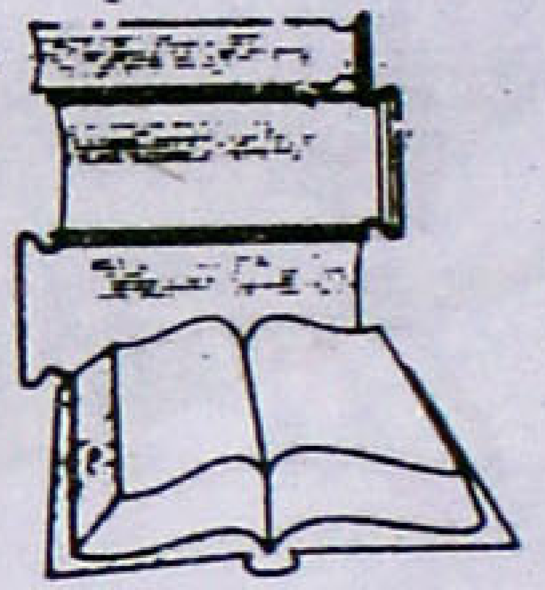

اہل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
کی تصانیف

درسِ حدیث

درسِ قرآن

بزمِ جاناں

کربلا کا ستارہ

جدید شرعی مسائل

مصباح العقائد

امام ربانی اور اتباعِ رسولِ گرامی ﷺ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ، لاہور 37221953-37220479
  فیکس 37238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 37225085-37247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 32630411-32212011
  فیکس 32210212

Marfat.com

تعارف

قبلہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر دامت برکاتہم العالیہ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ کو شہر حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔
قبلہ صاحبزادہ صاحب نے علوم عربیہ کی ابتداء سے انتہا تک اہم اور ادق ترین کتب رکن الاسلام جامعہ مجددیہ میں (والد گرامی قبلہ مفتی صاحبؒ) کے سائے میں رہ کر پڑھیں جن کا علوم ظاہری و باطنی میں سکہ مسلم تھا اور ساتھ ساتھ (Board of Intermediate and Secondary Education Hyderabad) اور سندھ یونیورسٹی کے تحت مولوی عربی، مولوی عالم، فاضل، میٹرک، انٹر، بی۔اے، کے امتحانات حیدرآباد میں نمایاں نمبروں سے پاس کر کے عصری علوم میں بھی مہارت حاصل کرتے رہے۔
دو سال مسلسل ملک المدرسین استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی کی خدمت میں رہ کر معقولات میں ملا حسن، خیالی، میر زاہد، غلام یحییٰ، مسلم الثبوت جیسی وہ ادق کتابیں پڑھیں اور استاذ کی ان نفیس تقریروں سے اپنی نظر و فکر کو روشن و مستنیر کیا کہ پھر علمی میادین میں جس سمت بھی رخ کرتے سکے بٹھا دیتے۔ آپ نے جب میدان تصنیف میں "حق نبی" اور "مغفرت ذنب" جیسے علمی و تحقیقی معرکۃ الآراء مسائل کی طرف رخ کیا تو دلائل کے وہ انبار لگائے، قرآن وحدیث کے متون اور نصوص سے ایسے نکات اخذ کرتے کہ قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالویؒ مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، رئیس المحققین علامہ اشرف سیالوی، علامہ حسن حقانی، پروفیسر منیب الرحمن سمیت بے شمار علماء مشائخ صرف آپ کے کلام کی تصدیق و تائید ہی نہیں کرتے بلکہ حاسدوں کے حسد اور ان کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کیلئے بارگاہ رب العزت میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیتے، خاص طور پر "حق نبی" کے مسئلہ میں قبلہ صاحبزادہ والاشان نے جب اعلیٰ حضرت کے پوتے جناب مولانا اختر رضا خان بریلوی سے علمی مباحثہ کیا تو شاید ہی پاکستان کا کوئی بڑا عالم، فقیہ یا شیخ ہو جس نے آپ کے کلام کی تصدیق و تائید نہ کی ہو۔
آپ کی اس علمی شان و شوکت، خاندانی وجاہت اور میدان عمل میں اخلاص و محبت کو دیکھتے ہوئے ہر تنظیم میں خواہ جماعت اہلسنّت ہو، جمعیت علماء پاکستان ہو، تنظیم المدارس ہو، متحدہ مجلس عمل ہو، کمیٹیاں برائے امن و اتحاد ہوں، اسٹینڈنگ کمیٹیاں ہوں، غرض سیاسی تنظیمیں ہوں یا مذہبی جماعتیں ہوں قبلہ صاحبزادہ والاشان کی قیادت و مرکزیت ناگزیر ہے، یہی وجہ ہے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقیؒ کے وصال کے بعد نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے جدوجہد کرنے والے قافلے کی قیادت کیلئے چار سال دنیا بھر میں ڈھونڈنے کے بعد اگر قیادت کا سہرا کسی کے سر سجایا گیا تو وہ قبلہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی ہے۔ ان تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ ۱۹۹۳ء میں ہی آپ نے "سندھ کے صوفیائے نقشبند" پر ایک شاندار تحقیقی مقالہ تحریر فرما کر ڈاکٹریٹ جیسی دنیاوی تعلیم کی انتہائی ڈگری حاصل کی اور روحانیت کی اعلیٰ ترین ڈگری "اجازت و خلافت" اپنے والد گرامی کی صحبت میں رہ کر حاصل کی۔ آپ کی انہی نسبتوں اور روحانی مقامات و مراتب کو دیکھتے ہوئے عالم عرب و عجم کی مستند و معتمد علیہ ہستی سید محمد علوی مالکیؒ نے آپ کو انتہائی محبتوں اور شفقتوں کے ساتھ معقولات و منقولات اور روحانیت کے سلسلوں کی وہ تمام خصوصی اجازت عطاء فرمائیں جو ان کو عرب کے بلند پایہ مفسرین محدثین و صوفیاء سے خصوصی طور پر حاصل ہوئی تھیں۔

Marfat.com